ویسا ہی مزا تجھ کو بھی دکھلاوے گی، بابا!

نظم نمبر ۸۲

پیری[۱] کی سواری

اور

سفر آخرت کی طیاری

(۱)
بٹ مارا جل کا آپہنچا ٹک اُس کو دیکھ ڈرو، بابا!
دل ہاتھ اُٹھا اس جینے سے لے بس من مار رمرو، بابا!
اب اشک بہاؤ آنکھوں سے، اور آہیں سرد بھرو، بابا!
جب باپ کی خاطر روتے تھے اب اپنی خاطر رو بابا

تن سُوکھا، کُبڑی پیٹھ ہوئی، گھوڑے پر زین دھرو، بابا!
اب موت نقارا باج چُکا، چلنے کی فکر کرو، بابا!

ف: باجے گا

(۲)
اب جینے کو تم رخصت دو، اور مرنے کو مہمان کرو
یا پُوری لڈّو بٹواؤ، یا خاصہ حلوا نان کرو
خیرات کرو، احسان کرو، یا پُن کرو یا دان کرو
کچھ لُطف نہیں اب جینے کا، اب چلنے کا کچھ دھیان کرو

ف: اب جینے کو مہمان
ف: اب چلنے کا سامان۔

تن سُوکھا، کُبڑی پیٹھ ہوئی، گھوڑے پر زین دھرو، بابا!
اب موت نقارہ باج چُکا، چلنے کی فکر کرو، بابا!

(۳)
دل کو توڑو اپنا جینے سے، اب اَور گلے کو مت کاٹو
دُھن چھوڑو حصّہ بخرے کی، اور بھاجی اپنی تم بانٹو
اب چاٹ فنا کی ٹک چکھو، اور خون کسی کا مت چاٹو
نا کند بچھیرے کُود چکے، اب اَور دولتّی مت چھانٹو

ف: کاٹو

تن سُوکھا، کُبڑی پیٹھ ہوئی، گھوڑے پر زین دھرو، بابا!
اب موت نقارہ باج چُکا، چلنے کی فکر کرو، بابا!

(۴)
یہ اسپ بہت کُودا اُچھلا، اب کوڑا مارو، زیر کرو
گڑھ ٹوٹا، لشکر بھاگ چُکا، اب میان میں تم شمشیر کرو
جب مال اکٹھا کرتے تھے، اب تن کا اپنے ڈھیر کرو
تم صاف لڑائی ہار چکے، اب بھاگنے میں مت دیر کرو

تن سُوکھا، کُبڑی پیٹھ ہوئی، گھوڑے پر زین دھرو، بابا!

[۱] اس نظم کو کتاب میں تو فقیروں کی صدا، کے ذیل میں لکھا ہے۔ لیکن فقرا "کُبڑی نامہ" کہتے ہیں اس وجہ سے کہ ٹیپ میں کُبڑی کا لفظ بار بار واقع ہوا ہے

اب موت نقارہ باج چکا، چلنے کی فکر کرو بابا!

(۵) سر کانپا، چاندی بال ہوئے، منھ پھیلا، پلکیں آن جھکیں　　قد ٹیڑھا، کان ہوئے بہرے، اور آنکھیں بھی چندھیائی گئیں
سکھ نیند گئی، اور بھوکھ گھٹی، دل سست ہوا، آواز نہیں　　جو ہونی تھی سو ہو گذری، اب چلنے میں کچھ دیر نہیں

تن سوکھا، کبڑی پیٹھ ہوئی، گھوڑے پر زین دھرو بابا!
اب موت نقارہ باج چکا، چلنے کی فکر کرو بابا!

(۶) یہ پانوں گھسٹ کر چلنے سے مت رستے کو حیران کرو　　اور پوپلے منھ سے روٹی کو مت مل مل کر ملکان کرو
اب آپ ہوئے تم پانی سے، مت پانی کا نقصان کرو　　کچھ لابھ نہیں ہر جینے میں، اب مرنے سے پہچان کرو

تن سوکھا، کبڑی پیٹھ ہوئی، گھوڑے پر زین دھرو بابا!
اب موت نقارہ باج چکا، چلنے کی فکر کرو بابا!

(۷) گر اچھی کرنی، نیک عمل، تم دنیا سے لے جاؤ گے　　تو گھر بھی اچھا پاؤ گے، اور بیٹھ کے سکھ سے کھاؤ گے
اور ایسی دولت چھوڑ کے تم جو خالی ہاتھوں جاؤ گے　　کچھ بات نہیں بن آنے کی، گھبراؤ گے، پچھتاؤ گے

تن سوکھا، کبڑی پیٹھ ہوئی، گھوڑے پر زین دھرو بابا!
اب موت نقارہ باج چکا، چلنے کی فکر کرو بابا!

(۸) یہ عمر جسے تم سمجھے ہو، یہ ہر دم تن کو چنتی ہے　　جس لکڑی کے بل بیٹھے ہو، دن رات یہ لکڑی گھنتی ہے
تم گٹھری باندھو کپڑے کی، اور دیکھ اجل سر دھنتی ہے　　اب موت کفن کے کپڑے کا یاں تانا بانا بنتی ہے

تن سوکھا، کبڑی پیٹھ ہوئی، گھوڑے پر زین دھرو بابا!
اب موت نقارہ باج چکا، چلنے کی فکر کرو بابا!

(۹) گھر بار، روپے اور پیسے میں مت دل کو تم خورسند کرو　　یا گور بناؤ جنگل میں، یا جمنا پر آنند کرو
موت آن لتاڑے گی آخر کچھ مکر کرو، کچھ فند کرو　　بس بہت تماشا دیکھ چکے، اب آنکھیں اپنی بند کرو

تن سوکھا، کبڑی پیٹھ ہوئی، گھوڑے پر زین دھرو بابا!
اب موت نقارہ باج چکا، چلنے کی فکر کرو بابا!

(١٠)
بیوپار تو یاں کا بہت کیا، اب وہاں کا بھی کچھ سنوا لو
اُس راہ میں جو کچھ کھاتے ہوں اُس کھانے کو بھی منگوا لو
جو کھیپ اُدھر کو چڑھتی ہے اُس کھیپ کو یاں سے لدوا لو
سب ساتھی پہنچے منزل پر، اب تم بھی اپنا رستا لو

تن سوکھا، کبڑی پیٹھ ہوئی، گھوڑے پر زین دھرو، بابا!
اب موت نقارہ باج چکا، چلنے کی فکر کرو، بابا!

(١١)
دو چار گھڑی یا دو دن میں اب تن سے جان نکلنی ہے
ہے رات جو باقی تھوڑی سی، کوئی دم میں یہ بھی ڈھلنی ہے
یہ ہڈی پسلی جتنی ہے، یا گھلنی ہے یا جلنی ہے
اُٹھ باندھو کمر سویرے سے، تم کو بھی منزل چلنی ہے

تن سوکھا، کبڑی پیٹھ ہوئی، گھوڑے پر زین دھرو، بابا!
اب موت نقارہ باج چکا، چلنے کی فکر کرو، بابا!

(١٢)
یہ دولت کام نہ آوے گی، مت اس کو تم زنجیر کرو
جو پار اُتارے دریا سے اُن باتوں کو گو سیر کرو
یہ خاک بدن کی پارا ہے مت مار اسے اکسیر کرو
اب ناؤ کنارے آ پہنچی، اب چڑھنے میں مت دیر کرو

تن سوکھا، کبڑی پیٹھ ہوئی، گھوڑے پر زین دھرو، بابا!
اب موت نقارہ باج چکا، چلنے کی فکر کرو، بابا!

(١٣)
کچھ دیر نہیں اب چلنے میں، کیا آج چلو، یا کل نکلو
اب شام نہیں، اب صبح ہوئی جوں موم پگھل کر ڈھل نکلو
کچھ کپڑا لتہ لینا ہو سو جلدی باندھ سنبھل نکلو
کیوں ناحق دھوپ چڑھاتے ہو؟ بس ٹھنڈے ٹھنڈے چل نکلو

تن سوکھا، کبڑی پیٹھ ہوئی، گھوڑے پر زین دھرو، بابا!
اب موت نقارہ باج چکا، چلنے کی فکر کرو، بابا!

(١٤)
یہ اونٹ کرائے کا یارو صندوق جنازہ ماری ہے
کس نیند پڑے تم سوتے تھے یہ بوجھ تمہارا بھاری ہے
جب اس پہ ہوا اسوار چلے پھر گھوڑا ہے نہ عماری ہے
کچھ دیر نہیں اب آہ! نظیرؔ، تیار کھڑی اسواری ہے

ارتھی [illegible] لفنو

تن سوکھا، کبڑی پیٹھ ہوئی، گھوڑے پر زین دھرو، بابا!
اب موت نقارہ باج چکا، چلنے کی فکر کرو، بابا!

نظم نمبر ۸۳

بنجارا

دُنیا کا سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا - عاقبت کی فکر کرو

(۱)
ٹک حرص و ہوا کو چھوڑ میاں، مت دیس بدیس پھرے مارا
قزاق اجل کا لوٹے ہے دن رات بجا کر نقارا
کیا بدھیا، بھینسا، بیل، شتر، کیا گونی پلّا سر بھارا
کیا گیہوں، چانول، موٹھ، مٹر، کیا آگ، دھواں کیا انگارا

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا جب لاد چلے گا بنجارا

(۲)
گر تو ہے لکھی بنجارا، اور کھیپ بھی تیری بھاری ہے
اے غافل، تجھ سے بھی چڑھتا اک اور بڑا بیوپاری ہے
کیا شکر، مصری، قند، گری، کیا سانبھر میٹھا کھاری ہے
کیا داکھ، منقّا، سونٹھ، مرچ، کیا کیسر، لونگ، سپاری ہے

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا جب لاد چلے گا بنجارا

(۳)
تو بدھیا لادے، بیل بھرے، جو پورب پچھم جاوے گا
یا سود بڑھا کر لاوے گا، یا ٹوٹا، گھاٹا پاوے گا
قزاق اجل کا رستے میں جب بھالا مار گراوے گا
دھن، دولت، ناتی، پوتا کیا؟ اک کنبا کام نہ آوے گا

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا جب لاد چلے گا بنجارا

(۴)
ہر منزل میں اب ساتھ ترے یہ جتنا ڈیرا ڈانڈا ہے
زر، دام، درم کا بھانڈا ہے، بندوق، سپر اور کھانڈا ہے
جب نایک تن کا نکل گیا جو ملکوں ملکوں بانڈا ہے
پھر ہانڈا ہے نہ بھانڈا ہے، نہ حلوا ہے نہ مانڈا ہے

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا جب لاد چلے گا بنجارا

(۵)
جب چلتے چلتے رستے میں یہ گون تری ڈھل جاوے گی
اک بدھیا تیری مٹی پر پھر گھاس نہ چرنے آوے گی
یہ کھیپ جو تو نے لادی ہے سب حصّوں میں بٹ جاوے گی
دھی، پوت، جنوائی، بیٹا کیا، بنجارن پاس نہ آوے گی

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا جب لاد چلے گا بنجارا

حاشیہ: (۱) بھینسا بدھیا – گوییں۔ (۲) چرائنجی – منقّی اور سپاری۔ (۳) کنبا۔ (۴) نایک – بالک – بھانڈا ہو یا کھانڈا ہو۔ (۵) چرنے – گھاس – اور کہنا بنجارن کا کام۔

سلہ یہ نظم بہت مشہور ہے اور اسی وجہ سے اس میں اختلافِ نسخ بہت ہے! نہ فقط الفاظ میں بلکہ بندوں کی ترتیب اور شمار میں بھی۔ مطبعِ نظامی کے نسخے میں تیسرے بند کی جگہ چھٹا بند ہے اور تیسرا بند اس کا اُس کا چوتھا بند ہے۔ مطبعِ صفدری کے نسخے میں جو چوتھا بند ہے وہ مطبع احمدی کے نسخے میں پانچواں ہے اور مطبع نظامی کے نسخے میں بارھواں۔ ہم نے مطبعِ احمدی کے نسخے کی ترتیب اس میں قائم رکھی ہے۔ مطبع صفدری کے نسخے میں بارہ ہی بند ہیں۔ ایک بند زائد ہے۔ پلّا – ٹاٹ کا بڑا تھیلا جس میں غلّہ وغیرہ رکھتے ہیں۔ سر بھارا – ابھی ایک قسم کا تھیلا ہے جس کو سر سے اٹھا کر پیٹھ پر لا دیتے ہیں اور آگے کو جھک کر چلتے ہیں۔ داکھ – کشمش۔ بانڈا – پھرنا، گشت لگانا، خاک۔

(۶)
یہ کھیپ بھرے جو جاتا ہے یہ کھیپ میاں مت گن اپنی
اب کوئی گھڑی پل ساعت میں یہ کھیپ بدن کی ہے کھپنی
کیا تھال کٹورے چاندی کے کیا پیتل کی ڈبیا ڈھپنی
کیا برتن سونے روپے کے کیا مٹی کی ہنڈیا چپنی
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا جب لاد چلے گا بنجارا

(۷)
یہ دھوم دھڑکا ساتھ لیے کیوں پھرتا ہے جنگل جنگل
اک تنکا ساتھ نہ جاوے گا موقوف ہوا جب انّ اور جل
گھر بار اٹاری چوپارے کیا خاصہ نین سکھ اور مخمل
کیا چلون پردے فرش نئے کیا لال پلنگ اور رنگ محل
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا جب لاد چلے گا بنجارا

(۸)
کچھ کام نہ آوے گا تیرے یہ لعل زمرد سیم و زر
جب پونجی باٹ میں بکھرے گی ہر آن بنے گی جان اوپر
نقارے نوبت بان نشاں دولت حشمت فوجیں لشکر
کیا مسند تکیہ ملک مکاں کیا چوکی کرسی تخت چھپر
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا جب لاد چلے گا بنجارا

(۹)
کیوں جی پر بوجھ اٹھاتا ہے ان گونوں بھاری بھاری کے
جب موت کا ڈیرا آن پڑا پھر دونے ہیں بیوپاری کے
کیا ساز جڑاؤ زر زیور کیا گوٹے تھان کناری کے
کیا گھوڑے زین سنہرے کے کیا ہاتھی لال عماری کے
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا جب لاد چلے گا بنجارا

(۱۰)
مغرور نہ ہو تلواروں پر مت پھول بھروسے ڈھالوں کے
سب پٹا توڑ کے بھاگیں گے منہ دیکھ اجل کے بھالوں کے
کیا ڈبے موتی ہیروں کے کیا ڈھیر خزانے مالوں کے
کیا بقچے تاش مشجر کے کیا تختے شال دوشالوں کے
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا جب لاد چلے گا بنجارا

(۱۱)
کیا سخت مکاں بنواتا ہے؟ خم تیرے تن کا ہے پولا
تو اونچے کوٹ اٹھاتا ہے واں گور گڑھے نے منہ کھولا
کیا رینی خندق رند بڑے کیا برج کنگورا انمولا
گڑھ کوٹ رہکلہ توپ قلعہ کیا شیشہ دارو اور گولا
سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا جب لاد چلے گا بنجارا

حاشیہ: جو تو نے لاد رکھا ہے — گلے کی — ڈھپنا — موجود نہ ہوگا جس وقت — اَنّ اجل — کپڑا نین سکھ — خاصہ اور ململ — اور — پھر — ہر — نوبت نقارے — زر زیور — امباری — دنیا — ٹکڑے — تمام — بھاری گولا جو کھینا تیرا ہے پولا ہے کیوں — توپ — [illegible]

کیا خندق... [illegible]

سلہ تباہ ہونی برباد ہونی نیست و نابود ہونی — آب و دانہ — چوبارا کوٹھا، مکان کے اوپر کا وہ کمرہ جس کے چار دروازے یا چاروں طرف کھڑکیاں ہوتی ہیں گرمی میں رہنے کا گھر۔ دربار کا گھر — پٹا توڑ کر بھاگنا جلدی سے بھاگنا — کا نور ہونا۔ رفو چکر ہونا۔ فوراً چل دینا — رند دیوار قلعہ یا شہر پناہ کے وہ سوراخ جو غنیم پر اندر سے بندوقیں چلانے کے واسطے چھوڑ دیتے ہیں — ناغ گھر میں بیٹھے کھیلتے ہو — شکار — روزن دیوار — جو زندہ ہو — رہکلہ۔ گرہاں بمعنی محلوط (بتشدید لام مشدد) چھوٹی توپ — زنبورک — گھوڑ چڑھی عندکلی — توپ رکھنے کی گاڑی پھر یہ

(۱۲) ہر آن نفع اور ٹوٹے میں کیوں مرتا پھرتا ہے بن بن؟
ٹک غافل دل میں سوچ ذرا، ہے ساتھ لگا تیرے دشمن
کیا لونڈی، باندی، دائی، دوا، کیا بندا، چیلا نیک چلن
کیا مندر، مسجد، تال، کنوئیں، کیا گھاٹ سرا، کیا باغ، چمن

گمنوان / کیا کھیتی باڑی / چھوا

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا جب لاد چلے گا بنجارا

(۱۳) جب مرگ پھرا کر چابک کو یہ بیل بدن کا ہانکے گا
کوئی ناج سمیٹے گا تیرا، کوئی گون سیے اور ٹانکے گا
ہو ڈھیر اکیلا جنگل میں تو خاک لحد کی پھانکے گا
اس جنگل میں پھر آہ! نظیر، اک بھنگا آن جھانکے گا

انبار سے گھر / گھنچ پھیر / بھنگا کھجے

سب ٹھاٹھ پڑا رہ جاوے گا جب لاد چلے گا بنجارا

نظم نمبر ۸۴

رہے نام اللہ کا

کُلّ شیٔ ھالک الا وجہہ

(۱) دنیا میں کوئی خاص، نہ کوئی عام رہے گا
نہ صاحبِ مقدور، نہ ناکام رہے گا
زردار، نہ بے زر، نہ بد انجام رہے گا
شادی، نہ غمِ گردشِ ایام رہے گا

نہ عیش، نہ دُکھ درد، نہ آرام رہے گا
آخر وہی اللہ کا اک نام رہے گا

(۲) یہ چرخ جو کھاتا ہے پڑا گنبدِ ازرق
یہ چاند، یہ سورج، یہ ستارے ہیں معلّق
لوح و قلم و عرش بریں ثابت و مطلق
سب ٹھاٹھ یہ اک آن میں ہو جاوے گا ہو حق

عالمِ علوی

آغاز کسی شے کا، نہ انجام رہے گا
آخر وہی اللہ کا اک نام رہے گا

(۳) سلے عالمِ ارواح سے تا عالمِ جنّات
انسان و پری، حور و ملک، جن و خبیثات

ارواحِ عالم

لے بعض نسخوں میں یہی مصرع پہلا ہے اور پہلا مصرع دوسرا۔ ۲ے یہ نظم نظیر کی بہت مشہور اور مقبول نظموں میں ہے۔ نام اس کا نظیر نے کچھ نہیں رکھا۔ اس نے
عنواں فارسی لکھا تھا جس کا خلاصہ آج کل کی اردو میں یہ ہے "جہان کی فنا۔ رحمٰن کی بقا"۔ عبد الرحمٰن خاں شاگرد نے اس نظم کو بلقب "فنا نامہ" ملقب کیا۔
غالباً تغلیباً۔ ۵ے ہو حق ہو جانا فانی اللہ ہو جانا، مٹ مٹا جانا۔ نیست و نابود ہو جانا۔

کیا ابر و ہوا، کوہ جنگل، ارض و سماوات
اک پھونک میں اُڑ جائیں گے جوں نقشِ طلسمات

ہشیار، نہ پختہ، نہ کوئی خام رہے گا
آخر، وہی اللہ کا اک نام رہے گا

(۴) کشف و کرامات

گر علم و ہنر سے ہو کوئی خلق میں مشہور
یا ایک کا ہو نام و نشاں خلق میں مشہور
یا کشف کرامات میں ہو صاحبِ مقدور
اک دم میں پلک مارتے ہو جائیں گے سب دُور

مستور، نہ مشہور، نہ گُم نام رہے گا
آخر، وہی اللہ کا اک نام رہے گا

(حاشیہ: مستور)

(۵) مجبور و مختار

مختاری کے خرے سے جو کرتے ہیں سدا کام
یا جبر سے مجبوری کے رکھتے ہیں کئی دام
جب آکے فنا ڈالے گی اک گردشِ ایام
اک آن میں اُڑ جائے گا سب جبر کا الزام

مختار، نہ مجبور، نہ خود کام رہے گا
آخر، وہی اللہ کا اک نام رہے گا

(حاشیہ: عزت، جبر)

(۶) حیلہ و مکّار

اب دل میں بڑے اپنے جو کہلاتے ہیں عیّار
سو مکر و دغا کرتے ہیں اک آن میں تیّار
جب آکے فنا ڈالے گی سر کے اُوپر اک وار
اک وار کے لگتے ہی یہ ہو جاویں گے سب پار

نہ مکر، نہ حیلہ، نہ کوئی دام رہے گا
آخر، وہی اللہ کا اک نام رہے گا

(حاشیہ: طیّار)

(۷) اہلِ ریاضت و فرقۂ خراباتی

کرتے ہیں جو اب دل سے ریاضات و عبادات
یا عُمر کو کھوتے ہیں بہ رندی و خرابات
جب آکے فنا چھوڑے گی شمشیر کا اک ہات
پھر صاف ہو دونوں کی گنہ گاری و طاعات

نہ رند، نہ عابد، نہ مے آشام رہے گا
آخر، وہی اللہ کا اک نام رہے گا

(۸) صلحِ کُل

جھگڑا نہ کرے ملّت و مذہب کا کوئی یاں
زنّار گلے، یا کہ بغل بیچ ہو قرآں
جس راہ میں جو آن پڑے خوش رہے ہر آں
عاشق تو قلندر رہیں، نہ ہندو نہ مسلماں

	کافر، نہ کوئی صاحبِ اسلام رہے گا آخر، وہی اللہ کا اک نام رہے گا		
(۹) شاہ و وزیر	جو شاہ کہاتے ہیں کوئی اُن سے یہ پُوچھو: مغرور نہ ہو شوکت و حشمت پہ، وزیرو!	"دارا و سکندر وہ گئے، آہ! کدھر کو؟" اس دولت و اقبال پہ مت بھولو، امیرو!	
	نہ مُلک، نہ دولت، نہ سر انجام رہے گا آخر، وہی اللہ کا اک نام رہے گا		
(۱۰) تاجر و خریدار	بیوپار جو کرتے ہیں ہر اک چیز کا زردار جس طور کا اب چاہیے کر لیجیے بیوپار	آگے بھی دُکانیں تھیں کئی، اور کئی بازار پھر جنس، نہ دلاّل، نہ مالک، نہ خریدار	
	نہ نقد، نہ کچھ قرض، نہ کچھ وام رہے گا آخر، وہی اللہ کا اک نام رہے گا		
(۱۱) جھونپڑے اور محلات	اب جتنی کھڑی دیکھو ہو عالم میں عمارات کیا پست مکاں، کیا یہ ہوادار مکانات	یا جھونپڑے دو کوڑی کے، یا لاکھ کے محلات اک اینٹ بھی ڈھونڈھے کہیں آنے کی نہیں ہات	
	دالان، نہ حُجرہ، نہ در و بام رہے گا آخر، وہی اللہ کا اک نام رہے گا		
(۱۲) باغ و چمن	یہ باغ و چمن اب جو ہر اک جا ہیں ہے پھول آجاوے گی جب بادِ خزاں اُن کے اُپر بھول	یہ شاخ، یہ غنچہ، یہ ہرے پات، یہ پھل پھول ہر خار کی ہر پھول کی اُڑ جاوے گی سب دھول	بھول
	نہ زرد، نہ سُرخ، اور نہ سیہ فام رہے گا آخر، وہی اللہ کا اک نام رہے گا		
(۱۳) ساقی و میخوار	مے خوار بھی کتنے ہوئے یاں مے کے مُلاقی	ساقی بھی کئی ہو گئے محبوبِ وثاقی[1]	

[1] وِثاق مُعاہدہ کرنا باہم عہد باندھنا۔ وثاقی عہد بستہ۔ محبوبِ وثاقی وہ معشوق جس نے وفاداری کا عہد باندھا ہو۔ دوستی کا پکا، عہد کا مضبوط وفادار راسخ العہد دوست۔

لا جام کوئی بھر کے جو ہو اَور بھی باقی — فرصت ہی غنیمت، کوئی دم کو، ارے ساقی!

نہ مَے، نہ صُراحی، نہ تِرا جام رہے گا
آخر، وہی اللہ کا اک نام رہے گا

(۱۴) عاشق و معشوق

یہ عاشق و معشوق جو کرتے ہیں بہم چاہ — آگے بھی بہت عاشق و معشوق تھے واللہ
وہ شخص کہاں جاتے رہے ہے؟ اے مرے اللہ! — اس بات سے معلوم ہوا اب تو یہی، آہ!

نہ عشق، نہ عاشق، نہ دل آرام رہے گا
آخر، وہی اللہ کا اک نام رہے گا

(۱۵) حسن و عشق

ٹک غور کرو، اب ہیں کہاں مجنوں و فرہاد؟ — لیلیٰ کہاں؟ شیریں؟ کہاں وہ ناز؟ وہ بیداد؟
جو پھول سے کھلے، واہ! وہ سب ہو گئے برباد — ہم تم بھی غنیمت ہیں سُن او یارِ پری زاد

واں حُسن، نہ یاں عشق کا ہنگام رہے گا
آخر، وہی اللہ کا اک نام رہے گا

(۱۶) ہجر و وصل

محبوب بنا جس نے تمھیں حُسن دیا ہے — اُس نے ہی ہمیں عاشق جاں باز کیا ہے
ملنا ہے تو مل لو، یہی سب جینے کا مزا ہے — سب ناز و نیاز، آہ! یہ اک دم کی ہوا ہے

پھر ہجر، نہ کچھ وصل کا پیغام رہے گا
آخر، وہی اللہ کا اک نام رہے گا

(۱۷) الزام و بہتان

ملنے سے ہمارے جو تمھیں آتا ہے الزام — آنے دو، پہ تم ہم سے ملے جاؤ سحر، شام
پھر حُسن کہاں! اپنے رکھو کام سے تم کام — جھک مارتے ہیں وہ جو تمھیں کرتے ہیں بدنام

طوفان، نہ بُہتان، نہ الزام رہے گا
آخر، وہی اللہ کا اک نام رہے گا

(۱۸) شعر و غزل

یہ شعر و غزل اب جو بناتے ہیں زبانی — آگے بھی بہت چھوڑ گئے اپنی نشانی
دیوان بنایا، کوئی قصہ کہ کہانی — کچھ باقی نظیر، اب نہیں، سب چیز ہے فانی

خمسہ نہ غزل، فرد و نہ ایہام[۱] رہے گا
آخر، وہی اللہ کا اک نام رہے گا

نظم نمبر ۸۵

جھونپڑا[۲]

(۱)
یہ تن جو ہے ہر اک کے اُتارے کا جھونپڑا
اِس سے ہے بادشہ کے نظارے کا جھونپڑا
اِس سے ہے اب بھی سب کے سہارے کا جھونپڑا
اس میں ہی ہے فقیر بچارے کا جھونپڑا
اپنا نہ مول کا، نہ اِجارے کا جھونپڑا
بابا، یہ تن ہے دم کے گُذارے کا جھونپڑا

(۲)
اِس میں ہی بھولے بھالے، اسی میں سیانے ہیں
اس میں ہی دُشمن، اس میں ہی اپنے بگانے ہیں
اس میں ہی ہوش یار، اسی میں دوانے ہیں
وشا جھونپڑا بھی اپنے اسی میں نمانے ہیں
اپنا نہ مول کا، نہ اِجارے کا جھونپڑا
بابا، یہ تن ہے دم کے گُذارے کا جھونپڑا

(۳)
اس میں ہی لوگ عشق و محبت کے مارے ہیں
اِس میں ہی یار دوست، اِسی میں پیارے ہیں
اس میں ہی شوخ، حُسن کے چاند اور ستارے ہیں
شا جھونپڑا بھی اپنے اسی میں بچارے ہیں
اپنا نہ مول کا، نہ اِجارے کا جھونپڑا
بابا، یہ تن ہے دم کے گُذارے کا جھونپڑا

[۱] ایہام کوئی کلام کی قسم نہیں ہے بلکہ ایک صنعت کلام ہے جس کا قدیم سے شعرائے اُردو میں بہت رواج تھا۔ چنانچہ آبرو کا شعر ہے "پانی پت آج چھوڑ جو گنور تُم چلے۔ تو راہ بیچ جائیو جانا سنبھال کے۔ ول سے کبھی اُس کی زبان شیریں ہے۔ دل مرا مُخل ہو تبا سے کا۔" اس قسم کے کلام کو مجازاً ایہام کہنے لگے۔ مثلاً فلاں شاعر ایہام خوب کہتا ہے یعنی اپنے کلام میں صنعت ایہام نہایت لطافت وخوبی کے ساتھ برتتا ہے۔

[۲] اکبر آباد میں کوئی بزرگ شا جھونپڑا تھے۔ مجاذیب میں اُن کا شمار تھا۔ اُن کی زبان پر بند کا شعر ہر وقت جاری رہتا تھا۔ نظیر کو پسند آیا۔ اُس کی تضمین کر دی۔

اس تضمین میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ انسان کا جسم گویا جھونپڑا ہے جس میں وہ آن کر ٹھہر گیا ہے۔ ایک دن اُس کو اس جھونپڑے سے کوچ کرنا پڑے گا۔

(۴)
اس میں ہی اہلِ دولت و مُنعم، امیر ہیں
اِس میں ہی شاہ اور اِسی میں وزیر ہیں
اس میں ہی رہتے سارے جہاں کے فقیر ہیں
اس میں ہی ہیں صغیر، اسی میں کبیر ہیں

اپنا، نہ مول کا، نہ اِجارے کا جھونپڑا
بابا، یہ تن ہی دم کے گُذارے کا جھونپڑا

(۵)
اس میں ہی چور ٹھگ ہیں، اسی میں اَمول[1] ہیں
اس میں ہی باجے، اور نقارے و ڈھول ہیں
اس میں ہی رونی شکل، اسی میں ٹھٹھول ہیں
شا جھونپڑا بھی اس میں ہی کرتے کلول[2] ہیں

اپنا نہ مول کا نہ اجارے کا جھونپڑا
بابا، یہ تن ہی دم کے گُذارے کا جھونپڑا

(۶)
اس میں ہی پارسا ہیں، اسی میں لوند ہیں
اس میں ہی سب پرند، اسی میں چرند ہیں
بیدرد بھی اسی میں، ہیں اور دردمند ہیں
شا جھونپڑا بھی اب اسی ڈربے میں بند ہیں

اپنا نہ مول کا، نہ اِجارے کا جھونپڑا
بابا یہ تن ہی دم کے گُذارے کا جھونپڑا

(۷)
اس جھونپڑے میں رہتے ہیں سب شاہ اور وزیر
اس میں ہی سب غریب ہیں، اس میں ہی سب فقیر
اس میں وکیل، بخشی، و متصدّی اور امیر
شا جھونپڑا جو کہتے ہیں، سچ ہے، میاں نظیر

اپنا، نہ مول کا، نہ اجارے کا جھونپڑا
بابا یہ تن ہی دم کے گُذارے کا جھونپڑا

---

[1] اَمول بے بہا۔ بیش قیمت۔ اشیا ئے نفیسہ۔ بیش بہا چیزیں۔

[2] کلول کھیل کود۔ اچھل پھاند۔ چین مزے۔

دوہرا: راجا تم جگ جگ جیو ایسے بول نہ بول ٭ رانی سے تم رنگ محل میں چل کر کرو کلول۔

ردیف ت

نظم نمبر ۸۶ طلسمِ زندگی

قلّتِ فرصتِ حیات

و

کثرتِ وقوعِ واردات

(۱) زندگی چونسٹھ گھڑی کی کائنات ہے مگر محشرِ تعلقات ہے

آہ! کیا کہیے؟ رہی یاں جب تلک اپنی حیات
تھے بندھے کیا کیا تعلّق اپنے جیتے جی کے سات
جب مُوئے، پھر تو کسی نے آن کر پُوچھی نہ بات
زندگی اپنی تھی کُل چونسٹھ گھڑی کی کائنات

اتنے عرصے ہی میں کیا کیا ہم پہ گذری واردات
رہ چلے دُنیا میں ہم بھی ایک دن اور ایک رات

(۲) بادشاہی و فقیری

پھر اسی دن رات میں ہم بادشا بھی ہو چُکے
صاحبِ تاج و نگیں، فرماں روا بھی ہو چُکے
مالکِ مُلک و مکاں، کشور کُشا بھی ہو چُکے
عاجز و مُفلس، فقیر و بے نوا بھی ہو چُکے

اتنے عرصے ہی میں کیا کیا ہم پہ گذری واردات
رہ چلے دُنیا میں ہم بھی ایک دن اور ایک رات

(۳) نوکری چاکری و مراتبِ جلیلہ

پھر اسی دن رات میں ہم ہو گئے حشمت پناہ
بخشی و میر و وزیر و مُنشی و دیوانِ شاہ
محتسب، کتُوال، قاضی، صدر، مُفتی، اہلِ جاہ
اس قدر تو عُمر، جس میں یہ تماشے واہ واہ!

اتنے عرصے ہی میں کیا کیا ہم پہ گذری واردات
رہ چلے دُنیا میں ہم بھی ایک دن اور ایک رات

(۴) عرفان و کمال

پھر اسی دن رات میں ہم عارف و کامل ہوئے
صاحبِ کشف و کرامت اور روشن دل ہوئے
عالم و فاضل، فقیہ و جاہل و عامل ہوئے
تھی یہی فُرصت، اسی میں خاک اُس گِل ہوئے

اتنے عرصے ہی میں کیا کیا ہم پہ گذری واردات

ے نظیر کے لفظوں میں اس نظم کا نام چونسٹھ گھڑی کی کائنات بھی ہو سکتا ہے

رہ چلے دُنیا میں ہم بھی ایک دن اور ایک رات

(۵) رشتہ برادری

پھر اسی دن رات میں ہم پوتے اور بیٹا ہوئے
سالے سُسرے، بھائی ماموں، اور چچا تایا[1] ہوئے
پھر ہمیں بابا، ہمیں نانا، ہمیں دادا ہوئے
تھی یہی فُرصت، اسی میں دیکھیے کیا کیا ہوئے
اتنے عرصے ہی میں کیا کیا ہم پہ گذری واردات
رہ چلے دُنیا میں ہم بھی ایک دن اور ایک رات

(۶) تعمیرِ عمارت - اقامت - سفر - عشرت - فقر

پھر اسی دن رات میں کیا کیا بنائے ہم نے گھر
بیٹھ کر عشرت بھی کی، اور بھیک مانگی دربدر
مسجد و تالاب و مندر، حجرہ و دیوار و در
تھے مُسافر پھر اسی میں، کر گئے آخر سفر
اتنے عرصے ہی میں کیا کیا ہم پہ گذری واردات
رہ چلے دُنیا میں ہم بھی ایک دن اور ایک رات

(۷) عشق - فسق - مستی - پارسائی

پھر اسی دن رات میں ہم دل رُبا بھی ہو گئے
پر گئے، مست و خراب و پارسا بھی ہو گئے
عاشق و فاسق اسیر و مُبتلا بھی ہو گئے
تھی یہی فُرصت، اسی میں تھا جو ہونا ہو گئے
اتنے عرصے ہی میں کیا کیا ہم پہ گذری واردات
رہ چلے دُنیا میں ہم بھی ایک دن اور ایک رات

(۸) تجارت

پھر اسی دن رات میں ہم کوٹھی زر کی بھر گئے
خاک چھانی اور ضرر اور نفع کیا کیا کر گئے
لیں ہزار اجناس بھی، اور بن کے سوداگر گئے
تھی یہی فُرصت، انھیں جھگڑوں میں آخر مر گئے
اتنے عرصے ہی میں کیا کیا ہم پہ گذری واردات
رہ چلے دُنیا میں ہم بھی ایک دن اور ایک رات

(۹) زراعت - گانو کی عہدہ داری - سپہ گری

پھر اسی دن رات میں ہم کھیتیاں بھی بو گئے
پھر سپاہی ہو سپر شمشیر کو بھی رو گئے
شحنہ و عامل مُقدم ہو کے قانون گو گئے
تھی یہی، اس میں تھا جو ہونا سو ہو کر ہو گئے
اتنے عرصے ہی میں کیا کیا ہم پہ گذری واردات
رہ چلے دُنیا میں ہم بھی ایک دن اور ایک رات

[1] تایا بڑے چچا کو کہتے ہیں۔

(۱۰) بیاہ، برات، بال بچے، سیر تماشے۔

پھر اسی دن رات میں اپنا ہوا بیاہ اور برات
دیکھ لی ہولی، دِوالی، عید بھی اور شب برات
لڑکے بالے بھی اسی میں ہو گئے پھر آٹھ سات
پھر اسی میں چل بسے آخر کو رکھ چھاتی پہ ہات
اتنے عرصے ہی میں کیا کیا ہم پہ گذری واردات
رہ چلے دُنیا میں ہم بھی ایک دن اور ایک رات

(۱۱) پیشے۔ طفلی، جوانی، پیری، موت۔

پیشے ہیں جتنے جہاں میں کیا صغیر و کیا کبیر
طفل سے ٹھہرے جُوان، اور پھر جُواں سے بن گئے پیر
سب کیے ہم نے میاں اس حال میں ہو کر اسیر
پھر اسی میں پیر ہو کر مر گئے آخر نظیرؔ
اتنے عرصے ہی میں کیا کیا ہم پہ گذری واردات
رہ چلے دُنیا میں ہم بھی ایک دن اور ایک رات

ردیف ر
نظم نمبر ۸۷
مذمّتِ دُنیا

(۱) غفلت سے بچو۔

اے دل[1] نہ رہ تو عالمِ ہستی میں بے خبر
اوقاتِ زیست لہو و لعب میں نہ کر بسر
غفلت میں اپنی عُمر نہ کھو شام اور سحر
دُنیا ہے اک نگارِ فریبندہ جلوہ گر
اُلفت میں اس کی کچھ نہیں جُز کلفت و ضرر

(۲) دُنیا کے فریب

دل کے فریب دینے کو، کر مہر و التفات
بدلے ہے رنگ رُوپ ہزاروں دن اور رات
ناز و ادا میں رکھتی ہے کیا کیا تنوّعات
آج اس سے تھی کہیں، تو لگائی کل اُس سے گھات
حسرت فزا و ہوش رُبا و شکیب بر

(۳) گرفتارِ دُنیا کا مآل۔

وہ ناز و حُسن رکھتی ہے، اے دل، یہ پیرِ زال
پہلے نشاط و عیش و طرب، پھر غم و وبال
جو اک نگہ میں ڈالے ہے گردن میں لاکھ جال
ہوتا ہے آخر اس کے گرفتار کا یہ حال
جیسے مگس کے شہد میں بھر جاویں بال و پر

[1] اس نظم کی بندش میں فارسیت ہے اور عبارت میں رزانت۔ طرزِ ادا میں متانت۔ شاعرانہ سنجیدگی اور نکتہ سنجانہ سخن سنجی شروع سے اخیر تک قائم رہی ہے۔

(۴) دنیا کے سحر و فسوں سحرِ سامری سے بڑھ کر ہیں۔

جاتی ہے مثلِ گُل چمنِ ناز میں جو کھِل
عیارگی، و عشوہ گری کرکے متصل
بُلبل منش سے اپنے وہیں میٹھی ہے بل
سحر و فسوں وہ رکھتی ہے بہرِ فریبِ دل
حیراں ہو سحرِ سامری بھی جس کو دیکھ کر

(۵) دنیا کی محبت میں خوشی تھوڑی ہے اور رنج بہت

جس دل کو اِس نگار کی آئی ادا پسند
رکھتی ہے اپنے دوش پہ ہر دم نئی کمند
اک دم وہ شاد ہو کے رہا پھر الم میں بند
لینے کو نقدِ عمر کے شیریں ہے مثلِ قند
جب لے چکے تو ہوتی ہے حنظل سے تلخ تر

(۶) دنیا کی محبت کا مآل انفعال و تاسف ہے

تو اس نگارِ عہد شکن سے لگا نہ دل
زنہار اس کے بیٹھیو جا کر نہ متصل
حاصل نہیں کچھ اُس سے بجز رنجِ جاں گُسل
جو اس سے دل لگاتے ہیں آخر ہو منفعل
مَلتے ہیں اپنے دستِ تاسف بہ یک دگر

(۷) دنیا کا اعتبار نہ کرو کہ مکار و غدار ہے

آگے بھی میں نے تجکو جتایا ہے کتنی بار
ہیں کید و مکر، غدر اسے یاد بے شمار
یعنی تو اُس کا کیجیو ہرگز نہ اعتبار
تو بھی جو اُس کے پاس لگاوے گا دل تو یار
اس نخل سے ملے گا تجھے بھی یہی ثمر

(۸) مسافر کو سرا میں دل لگانا نہ چاہیے

اک دن بھی تو کرے گا جو اس بے وفا کی چاہ
ہرگز کسی کے ساتھ یہ کرتی نہیں نباہ
برسوں تلک کرے گی یہ پُرفن تجھے تباہ
میں تجھ کو اِس کے ربط سے کرتا نہ منع آہ!
لیکن، کروں میں کیا؟ تجھے درپیش ہے سفر

(۹) مسافر کی نظر ہمیشہ منزل پر ہوتی ہے

جو گُل کہ رنگ و بوی وفا کے نہ ہو قریں
اُس کے اگر تو یاں تو مناسب تجھے نہیں
ہو دل اُس سے باندھنے میں اذیت ہے بالیقیں
تو اس مثل کو سوچ ذرا اگر سفر گزیں[۷]
کرتا ہے قطعِ راہ کو باندھے ہوئے کمر

(۱۰) درمیانِ راہ کوئی باغ ملتا ہے تو اس کو بنظرِ سرسری دیکھتا ہے

کرتا ہے فکر دل میں کہ منزل کو جا کے لے
ٹھہرے ذرا، تو پھر وہیں دم لے کے اُٹھ چلے
تو جلد رہ روی کے غم و رنج سے چھُٹے
گر درمیانِ رہ کوئی مل جاوے باغ اُسے
تو چلتے چلتے دیکھتا جاتا ہے اک نظر

۷ سفر گزیں مسافر

(۱۱) علیٰ ہٰذا اس دنیا کو بھی سرسری نظر سے دیکھنا چاہیے۔

اس گلستاں کو گروہ اقامت کا دیوے خط
جاتا ہی کر کے ایک نگہ سرسری فقط
دو دن میں پھر تو وہ رہِ منزل کرے غلط
بس اس نگار خانے کو تو بھی اسی نمط
سیرِ مسافرانہ کر، اور اس سے درگذر

(۱۲) مسافر اگر اٹکا تو پھر منزل پر نہیں پہنچ سکتا۔

جانا ہو عزم کر کے مسافر کے تئیں جہاں
تو بھی جو اپنا فائدہ چاہے تو، ٹھہر یاں
اٹکے کہیں، تو پہنچے وہ پھر کس طرح سے واں؟
اس حرف کو نظیر کے یوں دل میں دے مکاں
کرتا ہی جیسے نقشِ نگیں سے جگر میں گھر

ردیف ل

نظم نمبر ۸۸

توکل و ترک و تجرید

گرہ بند

(۱)
جتنے تو دیکھتا ہی یہ پھل، پھول، پات بیل
ناتا ہی یاں سو ناتھ، جو رشتہ ہی سو نکیل
سب اپنے اپنے کام کے ہیں کر رہے جھمیل
جو غم پڑے سو اُس کو تو اپنے ہی تن پہ جھیل
گر ہی فقیر، تو تو نہ رکھ یاں کسی سے میل
یاں تو بنڑی[۳] نہ بیل[۱]، پڑا اپنے سَر[۲] پہ کھیل

لئے

(۲)
یہ صورتیں جو دیکھے ہی مت ان سے دل لگا
شجرہ کلاہ[۴] پھینک، اُڑا دے جھگا[۵] تگا
برزیں[۶] یہ سوتیاں انھیں ای یار مت جگا
آگے کو چھوڑ ناتھ، نہ پیچھے کو رکھ پگا[۷]
گر ہی فقیر، تو تو نہ رکھ یاں کسی سے میل
یاں تو نبڑی نہ بیل، پڑا اپنے سر پہ کھیل

ف برزیں یہ سوتیاں ہیں انھیں یار مت جگا۔

[۱] بیل ایک قسم کا باجا۔ عموماً اس کو بیلا کہتے ہیں اور یہ کسی قدر سارنگی سے مشابہ ہوتا ہی [۲] بِرّ زنبور جس کو اب عموماً بھڑ کہتے ہیں۔ [۳] اسی کو عوام اپنے محاورے میں شجرہ کلہ (یا شجرہ قطہ) کہتے ہیں [۴] جھگا لباس۔ اُوپر پہننے کا کپڑا۔ پیراہن کفنی نگاہیاں بطور تابعِ مہمل کے مستعمل ہوا ہی لیکن اصل میں یہ تاگا ہی۔ اور اس سے مراد سیلی ہی جو فقرا گلے میں پہنتے ہیں۔ جھگا تگا۔ لباسِ درویشی مع کفنی و سیلی [۵] پگا جس کو عموماً پگھا بھی کہتے ہیں وہ مضبوط رستا جو گائے بیل کے گلے میں باندھا جاتا ہی۔ یہ مصرعہ ایک مشہور مثل سے ماخوذ ہی۔

(۳)
جب تو ہوا فقیر، تو ناتا کسی سے کیا؟ | چھوڑا کٹم[1]، تو پھر رہا رشتا کسی سے کیا؟
مطلب بھلا فقیر کو بابا کسی سے کیا؟ | دل بر کو اپنے چھوڑ کے مِلنا کسی سے کیا؟

گر ہی فقیر، تو تو نہ رکھ یاں کسی سے میل
یاں تو بنڑی نہ بیل، پڑا اپنے سر پہ کھیل

(۴)
تیری نہ یہ زمین ہی، نے تیرا آسماں | تیرا نہ گھر نہ بار، نہ تیرا یہ جسم و جاں
اُس کے سوا کہ جس پہ ہوا تو فقیر یاں | کوئی ترا رفیق، نہ ساتھی، نہ مہرباں

گر ہی فقیر، تو تو نہ رکھ یاں کسی سے میل
یاں تو بنڑی نہ بیل، پڑا اپنے سر پہ کھیل

(۵)
دیتا ہی دل کو اپنے، تو دے اُس کسی کو ہات | جس یار سے کہ ہو ترے جیتے موئے کا ساتھ
اور یہ جو تجھ سے کرتے ہیں بل بل کے میٹھی بات | مارا پڑے گا، دیکھ، نہ کھا اِن کی آت[2] گھات

گر ہی فقیر، تو تو نہ رکھ یاں کسی سے میل
یاں تو بنڑی نہ بیل، پڑا اپنے سر پہ کھیل

(۶)
یہ اُلفتیں کہ ساتھ ترے آٹھ پہر ہیں | یہ اُلفتیں نہیں ہیں، مری جان، قہر ہیں
جتنے یہ شہر دیکھے ہیں، جادو کے شہر ہیں | جتنی مٹھائیاں ہیں، مری جان، زہر ہیں

گر ہی فقیر، تو تو نہ رکھ یاں کسی سے میل
یاں تو بنڑی نہ بیل، پڑا اپنے سر پہ کھیل

(۷)
خوباں کے یہ جو چاند سے مُنھ پر کھُلے ہیں بال | مارا ہی تیرے واسطے صیاد نے یہ جال
یہ بال بال اب ہی تری جان کا وبال | پھنسیو، خدا کے واسطے، اس میں نہ دیکھ بھال

گر ہی فقیر، تو تو نہ رکھ یاں کسی سے میل
یاں تو بنڑی نہ بیل، پڑا اپنے سر پہ کھیل

[1] کٹم خاندان - اہلِ قرابت - رشتہ دار [2] آت گھات کا تابعِ مہمل مقدم -

(۸)
جس کا تو ہی فقیر، اُسی کو سمجھ تو یار
دیوے تو لے وُہی، جو نہ دیوے تو دم نہ مار
مانگے، تو مانگ اُس سے ہی کیا نقد، کیا اُدھار
اُس کے سوا کسی سے نہ رکھ اپنا کارہ بار

گر ہی فقیر، تو تو نہ رکھ یاں کسی سے میل
یاں تو بنڑی نہ بیل، پڑا اپنے سر پہ کھیل

(۹)
دنیا اسے نہ جان یہ دریا ہی لہردار[1]
جب تو بہا تو پھر نہ ملے گا تجھے کنار
لاکھوں میں اِس سے کوئی اُتر کر ہوا نہ پار
ملّاح یاں نہ ناؤ نہ بلّی[2] ہی میرے یار

گر ہی فقیر، تو تو نہ رکھ یاں کسی سے میل
یاں تو بنڑی نہ بیل، پڑا اپنے سر پہ کھیل

(۱۰)
دنیا نہ کہہ اسے، یہ طلسمات ہی، میاں
شکلیں جو دیکھتا ہی یہ جادو کی ہیں عیاں
یہ جانور، یہ باغ، یہ گلزار، یہ مکاں
سب کچھ ترے تئیں ہیں یہ دھوکے کی ٹٹّیاں

گر ہی فقیر، تو تو نہ رکھ یاں کسی سے میل
یاں تو بنڑی نہ بیل، پڑا اپنے سر پہ کھیل

(۱۱)
کیا فائدہ؟ اگر تو ہوا نام کا فقیر
ایسا ہی تھا تو فقر کو ناحق کیا اسیر
ہو کر فقیر، تو بھی رہا جال میں اسیر
ہم تو اسی سخن کے ہیں قائل میاں نظیر

گر ہی فقیر، تو تو نہ رکھ یاں کسی سے میل
یاں تو بنڑی نہ بیل، پڑا اپنے سر پہ کھیل

نظم نمبر ۹۵

عاشقوں کی بنگ

(۱) بنگ، بنڑیل غفلت ہی۔
کیوں عبث بیٹھا ہی ڈالے کان میں غفلت کا تیل؟
کھول زلفِ عیش کو اور ڈال بیلے کا پھلیل
خلق میں کیا کیا مچی ہی سبزیوں کی ریل پیل
پھر چڑھا دے آسمانِ عیش پر عشرت کی بیل

[1] لہردار
[2] بلّی چپو کو کہتے ہیں جس کی مدد سے ملّاح ناو کھیتے ہیں [3] رینی۔ کسوم کو کپڑے میں رکھ کر پانی کے ذریعے سے رنگ چوانے کو رینی کہتے ہیں۔ مگر یہاں سبزی کی رینی مراد ہی۔
[3] رینی

گونڈی سونٹے کو بجا اور دیکھ ٹک قُدرت کے کھیل
چھوڑ سب کاموں کو، غافل، بنگ پی اور ڈنڈ پیل

(۲) بھنگ بھوک بڑھاتی ہے

صدق سے لے نام پہلے لعل اور شہباز[۱] کا
اور نشے کی جھانجھ میں جو ہاتھ لگ جاوے سوکھا
مانگ پھر چڑھنے کو گھوڑا، باز ہاتھ اوپر اُٹھا (بٹھا)
بھنگیاں[۲] در باغ رفتہ بیر گُٹھلی سب روا

گونڈی سونٹے کو بجا اور دیکھ ٹک قُدرت کے کھیل
چھوڑ سب کاموں کو، غافل، بھنگ پی اور ڈنڈ پیل

(۳) بھنگ سے بڑے بڑے تماشے نظر آتے ہیں۔

جس نے اس دُنیا میں آکر ایک دن بھی پی نہ بھنگ
گر تجھے کچھ دیکھنے ہیں زندگی کے رنگ ڈھنگ
اُس نے، سچ پوچھو تو کیا دیکھا جہاں کا آب و رنگ؟
تو منگا سبزی کو، اور سب دوستوں کو لے کے سنگ

گونڈی سونٹے کو بجا اور دیکھ ٹک قُدرت کے کھیل
چھوڑ سب کاموں کو غافل، بھنگ پی اور ڈنڈ پیل

(۴) تلقینِ خضر

کل مجھے دریا اُپر خواجہ خضر جو مل گئے
کم خوراک اور ناتوانی کے گلے میں جب گئے
سبز پیراہن گلے ہیں، ہاتھ میں اعصا لیے
تب تو وہ مُنھ دیکھ میرا ہنس کے یوں کہنے لگے:

"گونڈی سونٹے کو بجا اور دیکھ ٹک قُدرت کے کھیل
چھوڑ سب کاموں کو، غافل، بھنگ پی اور ڈنڈ پیل"

(۵)

پھر کہا میں اُن سے یوں: "اے میرے ہادی رہنما
جی بھی رہتا ہے اُداس اور دل بھی رہتا ہے خفا"
میں نے کچھ دیکھا نہیں دُنیا میں آنے کا مزا
سوچ سوچ آخر اُنھوں نے پھر یہی مجھ سے کہا: (بُجھا)

"گونڈی سونٹے کو بجا اور دیکھ ٹک قُدرت کے کھیل
چھوڑ سب کاموں کو، غافل، بھنگ پی اور ڈنڈ پیل"

(۶)

مُرشد و مولا سے پوچھا میں نے "اے پیرِ زمن
میری کچھ لگتی نہیں اللہ سے دل کی لگن

---

[۱] سبزی اور چرس پینے والے پینے سے پیشتر لعل اور شہباز کا نام لے لیتے ہیں جو اُن کے عقیدے میں وہ بڑے بزرگ ہو گزرے ہیں۔ یہ مضمون غیاث اللغات سے مُستفاد ہوتا ہے [۲] بھنگی بنگ نوش۔ یہ مصرعہ بطورِ ضرب المثل مستعمل ہے۔

سُن کے بولے وہ: "بتا دیں ہم تجھے اس کا جتن؟ — جا شتاب، اور جلد سبزی لے کے اک دو چار من

کُونڈی سونٹے کو بجا اور دیکھ ٹک قُدرت کے کھیل
چھوڑ سب کاموں کو، غافل، بھنگ پی اور ڈنڈ پیل"

(۷) تجارت سبزی[1]

زر ہے تیرے پاس تو سبزی کا تو بیوپار کر — کوٹھیاں، مٹکے، گھڑے، گوزے، صُراحی بھر کے دھر
ٹاٹ کے بورے سِلا، کھتے کُھدا کوئیں بھی بھر — بیٹھ گھر میں چین سے، دن رات، اور شام و سحر

کُونڈی سونٹے کو بجا اور دیکھ ٹک قُدرت کے کھیل
چھوڑ سب کاموں کو، غافل، بھنگ پی اور ڈنڈ پیل

(۸) زراعتِ سبزی

اور تجھے کھیتی کی قُدرت ہے تو سبزی کو بُوا — باغ میں، گھر میں، صحن میں پیڑ سبزی کے لگا
گھونٹ سبزی، چھان سبزی، اور سبزی میں نہا — دیکھ بھی سبزی کو، اور سبزی ہی پی، سبزی ہی کھا

کُونڈی سونٹے کو بجا اور دیکھ ٹک قُدرت کے کھیل
چھوڑ سب کاموں کو، غافل، بھنگ پی اور ڈنڈ پیل

(۹) بنگ کی فضیلت اور نشوں پر

یہ سخن تو سب نشے بازوں میں اب ہے گا مچا — یعنی سبزی کا نشہ اب سب نشوں کا ہے چچا
جون سے سلطاں بھنگڑ سے تو پوچھے گا بچا — وہ یہی تجھکو کہے گا خُوب شور و غل مچا:

کُونڈی سونٹے کو بجا اور دیکھ ٹک قُدرت کے کھیل
چھوڑ سب کاموں کو، غافل، بھنگ پی اور ڈنڈ پیل"

(۱۰) بنگ کی تاثیر مختلف عمر پر

یہ وہ سبزی ہے جسے پیتے ہیں یاں آگر فقیر — طفل اور بُوڑھے کو یاقوتی، جُواں کے حق میں کھیر
گر تو چاہے اب سخن سرسبز ہو اور دل پذیر — تو کوئی دو چار من سبزی منگا کر، اے نظیر

کُونڈی سونٹے کو بجا اور دیکھ ٹک قُدرت کے کھیل
چھوڑ سب کاموں کو، غافل، بھنگ پی اور ڈنڈ پیل

---

[1] بند ۷، ۸ کو خضر کا قول بھی سمجھ سکتے ہیں اور نظیر کا بھی۔

ردیف ن

نظم نمبر ۹۰

توحید[1]

خُدا کی خُدائی تمام خُدائی سے ظاہر ہے

(۱)
تنہا نہ اُسے اپنے دلِ تنگ میں پہچان | ہر باغ میں، ہر دشت میں، ہر سنگ میں پہچان
بے رنگ میں، با رنگ میں، نیرنگ میں پہچان | منزل میں، مقامات میں، فرسنگ میں پہچان
نت روم میں، اور ہند میں، او زنگ میں پہچان | ہر راہ میں، ہر ساتھ میں، ہر سنگ میں پہچان
ہر عزم ارادے میں، ہر آہنگ میں پہچان | ہر دُھوم میں، ہر صُلح میں، ہر جنگ میں پہچان

ہر آن میں، ہر بات میں، ہر ڈھنگ میں پہچان
عاشق ہے، تو دلبر کو ہر اک رنگ میں پہچان

(۲)
پھل پات، کہیں شاخ، کہیں پھول، کہیں بیل | نرگس، کہیں سُوسن، کہیں بیلا، کہیں رائبیل[2]
آزاد کوئی سب سے، کسی کا ہے کہیں میل | ملتا ہے کوئی راکھ، چنبیلی کا کوئی تیل
کرتا ہے کوئی ظُلم، کوئی لیتا ہے کوئی جھیل | باندھے کہیں تلوار، اُٹھاتا ہے کہیں سیل
ادنیٰ، کوئی اعلیٰ، کوئی سُوکھا، کوئی ڈنڑ پیل | جب غور سے دیکھا، تو اُسی کے ہیں سب کھیل

ہر آن میں، ہر بات، ہر ڈھنگ میں پہچان
عاشق ہے، تو دلبر کو ہر اک رنگ میں پہچان

(۳)
گاتا ہے کوئی شوق میں، کرتا ہے کوئی حال | پھانکے ہے کوئی خاک، اُڑاتا ہے کوئی مال
ہنستا ہے کوئی شاد، کسی کا ہے بُرا حال | روتا ہے کوئی ہو کے غم و درد میں پامال
ناچے ہے کوئی شوخ، بجاتا ہے کوئی تال | پہنے ہے کوئی چیتھڑے، اوڑھے ہے کوئی شال

[1] یہ نظم نظیر کی لاجواب نظموں میں ہے۔ اعلیٰ درجے کی شاعری اعلیٰ درجے کے خیالاتِ تصوف سے نہایت عُمدگی کے ساتھ شیر و شکر ہے۔ کلام میں کہیں پست و بلند نہیں۔ ٹیپ کچھ مقیماں کی ٹیپ سے ملتی ہوئی ہے۔ [2] رائے بیل کو بضرورتِ شعری رائبیل کر دیا ہے اور وہ بیلے کی ایک قسم ہے۔

کرتا ہے کوئی ناز، دِکھاتا ہے کوئی بال | جب غور سے دیکھا، تو اسی کی ہے یہ سب چال

ہر آن میں، ہر بات میں، ہر ڈھنگ میں پہچان
عاشق ہے، تو دل بر کو ہر اک رنگ میں پہچان

(۴)
جاتا ہے حرم میں کوئی قرآن بغل مار | کہتا ہے کوئی دَیر میں پوتھی کے سماچار[1]
پہنچا ہے کوئی پار، بھٹکتا ہے کوئی وار | بیٹھا ہے کوئی عیش میں، پھرتا ہے کوئی زار
عاجز، کوئی بیکس، کوئی ظالم، کوئی لٹھ مار | مُفلس، کوئی ناچار، تونگر، کوئی زردار
زخمی، کوئی ماندا، کوئی اچھا، کوئی بدکار | جب غور سے دیکھا، تو اُسی کے ہیں سب اسرار

ہر آن میں، ہر بات میں، ہر ڈھنگ میں پہچان
عاشق ہے، تو دل بر کو ہر اک رنگ میں پہچان

(۵)
ہے کوئی دلی دوست، کوئی جان کا دُشمن | بیٹھا ہے پہاڑوں میں، کوئی پھرتا ہے بن بن
مالا کوئی جپتا ہے، کوئی شوق میں سُمرن | چھوڑے ہے کوئی مال، سمیٹے ہے کوئی دھن
نکلے ہے جواہر کے کوئی پہن کے ابرن | لوٹے ہے کوئی خاک میں رو رو کے بِلا تن
جوگی، کوئی بھوگی[2]، کوئی سوگی، کوئی سوگن | جب غور سے دیکھا، تو اُسی کے ہیں یہ سب فن

ہر آن میں، ہر بات میں، ہر ڈھنگ میں پہچان
عاشق ہے، تو دل بر کو ہر اک رنگ میں پہچان

(۶)
سردی، کہیں گرمی، کہیں جاڑا، کہیں برسات | دوزخ، کہیں بیکنٹھ، کہیں ارض و سمٰوات
حُوریں، کہیں غلمان، کہیں پریاں، کہیں جنّات | اُوجڑ، کہیں بستی، کہیں جنگل، کہیں دَیوات[3]
سختی، کہیں، راحت، کہیں گردش، کہیں سکنات | شادی، کہیں ماتم، کہیں نُور، اور کہیں ظلمات
تارے، کہیں سُورج، کہیں بُرج، اور کہیں دن رات | جب غور سے دیکھا، تو اُسی کے ہیں طلسمات

[1] سماچار حالات، روایات، مضامین ۔ [2] بھوگی متمتع مال و متاع دنیا سے حصہ کافی رکھنے والا۔ وہ جو دن رات عیش و عشرت میں پڑا رہے۔ عیاش۔ یہ لفظ جوگی کا مقابل ہے جس کے معنی ہیں زاہد، متورع و پرہیزگار کے۔ ممکن ہے کہ بھوگی فقرا کا بھی کوئی گروہ ہو جو تزہد کے خلاف عیش و عشرت کو حاصلِ زندگی بتاتا ہو۔ جس طرح یورپ میں اپیکورس کے پیرو۔ [3] جتنے نسخے نظر سے گزرے سب میں دیوات لکھا ہوا ہے۔ مگر میرے خیال میں یہ ربوات کی تصحیف ہے۔ ربوات جمع ہے ربوہ کی جس کے معنی ہیں بلندی اور ٹیلے کے۔

ہر آن میں، ہر بات میں، ہر ڈھنگ میں پہچان
عاشق ہے تو دلبر کو ہر اک رنگ میں پہچان

(۷)

نیچے ہی جواہر، کوئی زر، سیم، طلا، رانگ
مارے کوئی پارے کو، بنا دے کوئی مرگانگ[1]

دیتا ہے کوئی ہاتھ سے، لیتا ہے کوئی مانگ
محتاج کوئی قوت کا، رکھتا ہے کوئی دانگ

ٹھہرا ہے کوئی چور، لگاتا ہے کوئی تھانگ[2]
ملتا ہے کوئی پوست[3] کو، چھانے ہے کوئی بھانگ

گھنٹا ہے، کہیں جھانجھ، کہیں سنکھ، کہیں بانگ
جب غور سے دیکھا، تو اُسی کے ہیں یہ سب انگ

ہر آن میں، ہر بات میں، ہر ڈھنگ میں پہچان
عاشق ہے تو دلبر کو ہر اک رنگ میں پہچان

(۸)

ناری، کوئی بادی، کوئی خاکی، کوئی آبی
صوفی، کوئی زاہد، کوئی بدمستِ شرابی

باتیں کوئی بیٹھا ہوا کرتا ہے کتابی
پیتا ہے کوئی کیف، کوئی مے کی گلابی

مارے ہے زٹل کوئی، کہیں جیب[4] ہے دابی
سچا کوئی جھوٹا ہے، کوئی رندِ خرابی

کالا کوئی گورا، کوئی پیلا، کوئی آبی
ہیں اُس کی ہی قدرت کے یہ سب لال گلابی

ہر آن میں، ہر بات میں، ہر ڈھنگ میں پہچان
عاشق ہے تو دلبر کو ہر اک رنگ میں پہچان

(۹)

کیا حسن کہیں پایا ہے، اللہ ہی اللہ!
کیا عشق کہیں چھایا ہے، اللہ ہی اللہ!

کیا رنگ یہ رنگوایا ہے، اللہ ہی اللہ!
کیا نور یہ جھمکایا ہے، اللہ ہی اللہ!

کیا دھوپ ہے کیا سایا ہے، اللہ ہی اللہ!
کیا مہر ہے کیا مایا[5] ہے، اللہ ہی اللہ!

[1] مرگانگ ہندی میں گھٹنے کو کہتے ہیں [2] تھانگ چوروں کا نشیمن تھانگ لگانا چوروں کو پناہ دینی اور اُن سے بصلۂ پناہ دہی دیدہ و دانستہ چوری کا مال لینا [3] پوست ملنا افیون کی چسکی طیار کرنا پوست افیون۔ زلال افیون نقوع افیون۔ افیون کی چسکی [4] جیب زبان جیب ہی وابی سکوت محض ہے [5] مایا رحم مہر شفقت لیکن یہ معمولی معنی ہیں اصطلاحی معنی تصوفِ ہنود میں اس کے بہت گہرے ہیں۔ مایا اُس میں ایک خاص قسم کے مغالطے اور دھوکے کا نام ہے جس کو طلسم خیالی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ وہ دھوکا جو انسان کو خداوندِ قادرِ مطلق کی نیرنگی قدرت سے پیدا ہوتا ہے یعنی وہ سمجھتا ہے کہ عالم خارج میں اشیا وجود رکھتی ہیں حالانکہ غیر از خیال اُن کا کوئی وجود فی الخارج نہیں۔ اور یہ حالت خدا نے براہِ شفقت انسان کی دل بستگی کے لیے پیدا کر رکھی ہے۔

کیا ٹھاٹھ یہ ٹھہرایا ہی، اللہ ہی اللہ | کیا بھید نظیر آیا ہی، اللہ ہی اللہ

ہر آن میں، ہر بات میں، ہر ڈھنگ میں پہچان
عاشق ہی، تو دلبر کو ہر اک رنگ میں پہچان

نظم نمبر ۹۱

تسلیم و رضا[۱]

ہر حال میں خوش رہنا کمالِ فقر ہی

(۱) جو فقر میں پورے ہیں وہ ہر حال میں خوش ہیں | ہر کام میں، ہر دام میں، ہر جال میں خوش ہیں
گر مال دیا یار نے، تو مال میں خوش ہیں | بے زر جو کیا، تو اُسی احوال میں خوش ہیں
اِفلاس میں، اِدبار میں، اِقبال میں خوش ہیں
پورے ہیں وہی مرد، جو ہر حال میں خوش ہیں

(۲) چہرے پہ ملالت، نہ جگر میں اثرِ غم | ماتھے پہ کہیں چین، نہ ابرو میں کہیں خم
شکوہ نہ زباں پر، نہ کبھی چشم ہوئی نم | غم میں بھی وہی عیش، الم میں بھی وہی دم
ہر بات، ہر اوقات، ہر افعال میں خوش ہیں
پورے ہیں وہی مرد، جو ہر حال میں خوش ہیں

(۳) گر یار کی مرضی ہوئی، سر جوڑ کے بیٹھے | گھر بار چھڑایا تو وہیں چھوڑ کے بیٹھے
موڑا اُنھیں جیدھر، وہیں مُنھ موڑ کے بیٹھے | گدڑی جو سلائی، تو وہی اوڑھ کے بیٹھے
اور شال اُڑھائی، تو اُسی شال میں خوش ہیں
پورے ہیں وہی مرد، جو ہر حال میں خوش ہیں

(۴) گر اُس نے دیا غم، تو اُسی غم میں رہے خوش | اور اُس نے جو ماتم دیا، ماتم میں رہے خوش
کھانے کو ملا کم، تو اُسی کم میں رہے خوش | جس طور کہا اُس نے، اُسی عالم میں رہے خوش

۱؎ اس نظم کا مشہور نام خوش حال نامہ ہی۔ عبدالرحمن خانِ شاکر نے اسی نام سے اس کو شائع کیا تھا۔ متداول نسخوں میں اس کے صرف آٹھ بند ہیں۔

دُکھ درد میں، آفات میں، جنجال میں خوش ہیں
پُورے ہیں وہی مرد، جو ہر حال میں خوش ہیں

(۵)
جینے کا نہ اندوہ، نہ مرنے کا ذرا غم
واقف نہ برس سے، نہ مہینے سے وہ اک دم
یک ساں ہے اُنھیں زندگی اور موت کا عالم
نہ شب کی مُصیبت، نہ کبھی روز کا ماتم
دن رات، گھڑی پہر، مہ و سال میں خوش ہیں
پُورے ہیں وہی مرد، جو ہر حال میں خوش ہیں

(۶) پوشاک
گر اُس نے اُڑھایا تو لیا اوڑھ دوشالا
چادر جو اُڑھائی، تو وہی ہو گئی بالا
کمل جو دیا، تو وہی کاندھے پہ سنبھالا
بند ھوائی لنگوٹی، تو وہی ہنس کے کہا: لا
پوشاک میں، دستار میں، رومال میں خوش ہیں
پُورے ہیں وہی مرد، جو ہر حال میں خوش ہیں

(۷) بستر
گر کھاٹ بچھانے کو ملی، کھاٹ میں سوئے
رستے میں کہا سو، تو وہ جا باٹ میں سوئے
دوکاں میں سُلایا تو وہ جا ہاٹ میں سوئے
گر ٹاٹ بچھانے کو دیا، ٹاٹ میں سوئے
اور کھال بچھا دی، تو اُسی کھال میں خوش ہیں
پُورے ہیں وہی مرد، جو ہر حال میں خوش ہیں

(۸) سواری
پیالے کو دیا ہاتھ، تو ہو نکلے بھکاری
میانے پہ چڑھایا، تو لگے کرنے سواری
بٹھلا کے کھلایا، تو وہیں عمر گذاری
اور پانوں چلایا، تو وہی بات سنواری
جس چال میں رکھا، وہ اُسی چال میں خوش ہیں
پُورے ہیں وہی مرد، جو ہر حال میں خوش ہیں

(۹)
گر سونٹھ منگا دی، تو وہی چاب لی خوش ہو
سُوکھی جو دِلا دی، تو وہی چاب لی خوش ہو
اور جُوار بُھنا دی، تو وہی چاب لی خوش ہو
رُوکھی جو اُٹھا دی، تو وہی چاب لی خوش ہو
اور دال کھلائی تو اُسی دال میں خوش ہیں

پُورے ہیں وہی مرد، جو ہر حال میں خوش ہیں

(۱۰) ضبطِ اکل و شرب

پانی جو ملا پی لیا جس طور کا پایا
دی بھوکھ اگر یار نے، تو بھوکھ کو مارا
روٹی جو ملی، تو کیا روٹی میں گذارا
دل شاد رہے کر کے گڑا کے پہ گڑاکا
اور چھال چبائی تو اسی چھال میں خوش ہیں
پُورے ہیں وہی مرد، جو ہر حال میں خوش ہیں

(۱۱) سیروا فی الارض الجمیل و عجب الجمال۔

گر اُس نے کہا "سیر کرو جاکے جہاں کی"
کچھ دشت و بیابان میں خبر تن کی نہ جاں کی
تو پھرنے لگے جنگل و بر مار کے جھانکی (جنگل و بن)
اور پھر جو کہا "سیر کرو حُسنِ بتاں کی"
تو چشم، و رُخ، و زُلف، و خط، و خال میں خوش ہیں
پُورے ہیں وہی مرد، جو ہر حال میں خوش ہیں

(۱۲) قشقہ ـ جُبّہ ـ رنگِ لباس

قشقے کا ہوا حکم، تو قشقہ وہیں کھینچا
آزاد کہا، ہو، تو وہیں سر کو منڈایا
جُبّے کی رضا دیکھی، تو جُبّہ وہیں پہنا
جو رنگ کہا اُس نے وہی رنگ رنگایا
کیا زرد میں، کیا سبز میں، کیا لال میں خوش ہیں
پُورے ہیں وہی مرد، جو ہر حال میں خوش ہیں

(۱۳) قیدِ مشرب سے آزاد

چادر جو اُڑھائی تو جتی[1] ہو گئے یک بار
مُنھ باندھ کے نکلو، تو وہیں ہو گئے تیار
باہر کو چلے فقر کی جھولی کو بغل مار
سر گھونٹ مُنڈاؤ تو کیا پھر وہی بستار[2]
سب پنتھ میں، سب چال میں، سب ڈھال میں خوش ہیں
پُورے ہیں وہی مرد، جو ہر حال میں خوش ہیں

(۱۴) قیدِ مکاں سے آزاد

کچھ اُن کو طلب گھر کی، نہ باہر سے اُنھیں کام
استل[3] کی ہوس دل میں، نہ مندر سے اُنھیں کام
تکیے کی نہ خواہش ہے، نہ بستر سے اُنھیں کام
مُفلس سے نہ مطلب، نہ تونگر سے اُنھیں کام

[1] جتی پارسا نفس کُش فقیر (قیصر ور) کی ایک قسم ہے [2] بستار کے معنی ازدیاد۔ فراوانی۔ بہتات کے ہیں۔ وہی بستار کیا یعنی اسی کی کثرت کر دی۔ سر سے پاؤں تک مُنڈوا ہی ڈالا۔ کہیں ایک بال نام کو بھی جسم پر نہ رکھا [3] استھل فقرا کے رہنے کی جگہ۔ ایک قسم کی خانقاہ جس میں فقرا آباد رہتے ہیں اور کچھ انھیں بنا بنیں شرط ہند و فقیروں کی خانقاہ۔

میدان میں، بازار میں، چوپال[۵۲] میں خوش ہیں
پورے ہیں وہی مرد، جو ہر حال میں خوش ہیں

(۱۵) اُن کے تو جہاں میں عجب عالم ہیں نظیرؔ آہ!
کیا جانے فرشتے ہیں کہ آدم ہیں، نظیرؔ آہ!
اب ایسے تو دُنیا میں ولی کم ہیں، نظیرؔ آہ!
ہر وقت میں، ہر آن میں خُرّم ہیں نظیرؔ آہ!
جس ڈھال میں رکھا، وہ اُسی ڈھال میں خوش ہیں
پورے ہیں وہی مرد جو ہر حال میں خوش ہیں

(ولی ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں۔)

نظم نمبر ۹۲
دم غنیمت ہے
عیشِ دنیا کو غنیمت جانو

(۱) دیکھ ٹک، غافل، چمن کو گلفشانی پھر کہاں؟
ساقی و مُطرب، شرابِ ارغوانی پھر کہاں؟
یہ بہارِ عشق، یہ شورِ جوانی پھر کہاں؟
عیش کر خوباں میں اے دل، شادمانی پھر کہاں؟
شادمانی گر ہوئی، تو زندگانی پھر کہاں؟

(۲) یہ جو یاں کے گُل بدن ملتے ہیں سو گھات سے
ایک دم ہرگز جُدا مت ہو تو ان کے سات سے
کچھ مزے کچھ لُوٹ حظ اِن گُل رُخوں کی ذات سے
جس قدر پینا ہو پانی پی لے اُن کے ہات سے
آبِ جنّت تو بہت ہو گا، یہ پانی پھر کہاں؟

(پیٹ بھر پانی)

(۳) یہ جو کڑوے ہو کے ہم کو اب جھڑکتے ہیں یہاں
اُٹھ سکے جب تک اُٹھا اے دل تو اِن کی سختیاں
اِن کی تلخی میں ہزاروں ہیں بھری شیرینیاں
لذّتیں جنت کے میوے کی بہت ہوں گی وہاں
پر یہ میٹھی گالیاں خوباں کی کھانی پھر کہاں؟

(۴) یہ[۵۳] جو پھرتے ہیں سُنہری، سبز پوشاکیں کیے
خاک ہو، تو بھی لگا رہ اِن کے تو دامان سے

۵۲ چوپال (یا چوپاڑ) گاؤں میں لوگوں کے جمع ہونے کی عام جگہ۔ بستی میں کوئی مکان جس میں سب لوگ کسی مقصد عمومی کے لیے جمع ہوں۔ جماعت خانہ بڑے بوڑھے ماتھے جس میں رکھتے ہوتے ہیں پرانی دنیا کا ٹاؤن ہال تو دیہات میں کبھی کبھی اس مکان سے پاٹشالے اور مکتب خانے کا کام بھی لیا جاتا ہے ۵۳ یہ بند اور بند ۹۷، متداول نسخوں میں نہیں ہیں —

اِن کی پوشاکوں کی رنگت کو غنیمت جان لے
واں تو حُلّے ہیں، و لے یہ جوڑے رنگا رنگ کے
سوسنی، سوہی، گُلابی، زعفرانی پھر کہاں؟

(۵)
رہ وہیں، اے دل، سدا محبوب رہتے ہیں جہاں
جو تجھے دیویں سو لے لے اور غنیمت اُس کو جاں
کر لے اُن کی خدمتیں ہر دم دل و جاں سے میاں
واں تو، ہاں، حُوروں کے گہنے کے بہت ہوں گے نشاں
اِن پری زادوں کے چھلوں کی نشانی پھر کہاں؟

(۶)
مُنہ جو دِکھلاتے ہیں خُوباں دم بدم اب توڑ جوڑ
جس گھڑی آ کر فنا اپنی دکھاوے گی مروڑ
دیکھ، غافل، اِن کے تو جور و جفا سے مُنہ نہ موڑ
پھر تو اک دم میں چلا جاوے گا تو ان سب کو چھوڑ
یہ ہٹیلے دل رُبا، محبوب جانی پھر کہاں؟

(۷)
حُسنِ خُوباں کی جہاں کچھ ہو رہی ہو داستاں
ان کی اک اک بات کا سُننا تجھے لازم ہے جاں
کان رکھ کر سُن اُسے اور یاد رکھ ہر دم، میاں
واں تو قصّے حور و غِلماں کے بہت ہوں گے بیاں
اِن کی یہ زُلف و کمر کی یہ کہانی پھر کہاں؟

(۸)
ہو سکے جس طور سُن لے دوستوں کی وارِدات
جس گھڑی آئی فنا کوئی نہ پھر پُوچھے گا بات
اور بیاں کر آگے اُن کے ہو جو تجھ پر مُشکلات
اُلفت و مہر و محبّت سب ہے جیتے جی کے سات
مہرباں ہی اُٹھ گئے پھر مہربانی پھر کہاں؟

(۹)
اب جو آغازِ جوانی کی بہاریں ہیں میاں
پی نشے، دُھومیں مچا کر سیرِ باغ و بوستاں
عیش و عشرت میں اُڑا لے زندگی کی خُوبیاں
واعظ و ناصح بکیں تو اُن کے کہنے کو نہ مان
دم غنیمت ہے، میاں، یہ نوجوانی پھر کہاں؟

(۱۰)
ہو سکے ہر دم خُوبرویوں کی محبت میں اسیر
وصف اب اِن کا جو کرنا ہے سو کر لے دل پذیر
کھا نگاہِ سُرمہ سا کے ناوکوں کے دل میں تیر
جا پڑے چُپ ہو کے جب شہرِ خموشاں میں نظیر
یہ غزل، یہ ریختہ، یہ شعر خوانی پھر کہاں؟

نظم نمبر ۹۳

عبادت و خدا پرستی

لہجۂ فقیرانہ

(۱) ترکِ غفلت ۔ یادِ خدا

ولا، تو کہنے کو میرے یقیں جان، میاں!
جو بات تجھ سے کہوں میں اُسے تو مان، میاں!
نہ کھو تو عمر کو غفلت میں ہر زمان، میاں!
دہن میں پھرتی ہے جب تک ترے زبان، میاں!
خُدا کا نام لیا کر تو آن آن، میاں!

(۲) زندگی چند روزہ ہے ۔ عبادت ہی کام آئے گی

ملی جہاں میں سُجھے یہ جو زندگانی ہے
یہ چند روزہ ہے، اے جاں، نہ جاودانی ہے
عبادت اُس کی یہاں دل میں جس نے ٹھانی ہے
اُسی کو دونوں جہاں بیچ شادمانی ہے
وہی تو کر جو رہے تو بھی شادمان، میاں!

(۳) عبادت میں دونوں جہان کے فائدے ہیں ۔ غفلت میں سراسر نقصان

جو ہر طرح تو عبادت میں دل لگاوے گا
تو یاں بھی خوش رہے گا، واں بھی خوش تو جاوے گا
ہزاروں فائدے دل خواہ اس میں پاوے گا
اور اپنی عمر جو غفلت میں تو گنواوے گا
تو اس میں ہوگا نہایت ترا زیان، میاں!

(۴) نماز و مشاہدۂ صنائعِ قدرت

نماز پڑھ کے ذرا صُنع کے چمن کو دیکھ
بہارِ باغِ عنایاتِ ذوالمنن کو دیکھ
ریاضِ روح کو، اور گلستانِ تن کو دیکھ
نسیم و راحت و آرام و پیرہن کو دیکھ
کہ ہیں خدا کے یہ الطافِ بیکراں، میاں!

(۵) تلاوتِ قرآن

لبوں کو زیب دے قرآں کی تلاوت سے
خبر جو ہو تجھے افضال کی بشارت سے
خوشی ہو دل کو ترے خُلد کی طہارت سے
بدن کا حُسن بڑھا طاعت و عبادت سے
اسی میں خوبی ہے تیری بہر مکان، میاں!

(۶) گناہ موجبِ عذاب ہے، کارِ صواب موجبِ ثواب

کیے گناہ جو رنج و عذاب دیکھے گا
بروزِ حشر بہت پیچ و تاب دیکھے گا
وگر صواب کرے گا، ثواب دیکھے گا
خوشی سے اپنے تئیں کامیاب دیکھے گا
ہمیشہ حُسنِ عمل سے لگا تو دھیان، میاں!

(۷) دُنیا مزرعِ عقبیٰ ہے

یہ زندگی ہے غنیمت، اسے تو مُفت نہ کھو
یہ دُنیا مزرعِ عقبیٰ ہے[۱]، اس میں نیکی بو

خدا کا شکر بجا لا ہر اک طرح خوش ہو
کہا نظیر نے جو کچھ، تو یاد رکھ اسکو

اسی میں تیری سعادت کا ہے نشان میاں!

نظم نمبر ۹۴

سواریاں

(۱)

کیا کیا جہاں میں اب ہیں ہماری سواریاں
کس کس طرح کی ہم نے سنواری سواریاں

دل چسپ، دل فریب، پیاری سواریاں
پر ہم سے کچھ نہ کر گئیں یاری سواریاں

جب چار کاندھے پر ہوئیں بھاری سواریاں
جھک مارتی یہ رہ گئیں ساری سواریاں

(۲) تختِ رواں

وہ تخت جس پہ کُل تھا جواہر جڑا ہوا
جس دم اجل نے تختے کے اُوپر دیا سُلا

کس عیش سے چڑھے ہوئے پھرتے تھے جابجا
اُس تخت کے بھی ہو گئے تختے جُدا جُدا

جب چار کاندھے پر ہوئیں بھاری سواریاں
جھک مارتی یہ رہ گئیں ساری سواریاں

(۳) ہاتھی

ہاتھی جو تھے پہاڑ کی مانند تن سیاہ
ہودوں کی بھی چمک پہ ٹھہرتی نہ تھی نگاہ

جن پر کسیں عماریاں رخشندہ، رشکِ ماہ
کس عیش سے چڑھے ہوئے پھرتے تھے، واہ وا!

جب چار کاندھے پر ہوئیں بھاری سواریاں
جھک مارتی یہ رہ گئیں ساری سواریاں

(۴) گھوڑے

خاصے وہ گھوڑے ترکی و تازی جو تھے بڑے
ٹانگن بھی ہنہناتے رہے چھوٹے اور بڑے

جن پر سنہرے زین، جواہر کے تھے جڑے
مالک چلا تو سب وہ وہیں رہ گئے کھڑے

جب چار کاندھے پر ہوئیں بھاری سواریاں

[۱] اشارہ ہے اس حدیث کی طرف الدنیا مزرعۃ الآخرۃ۔

جھک مارتی یہ رہ گئیں ساری سواریاں

(۵) پالکی نالکی

وہ پالکی بنی تھی سنہری جو زرنگار | جھالر پہ جس کی ہوتے تھے موتی پڑے نثار
لانا لگی پہ موت نے جب کر لیا سوار | پھر وہ نہ پالکی، نہ وہ جھالر، نہ وہ کہار

جب چار کاندھے پر ہوئیں بھاری سواریاں
جھک مارتی یہ رہ گئیں ساری سواریاں

(۶) رتھیں

تھیں وہ رتھیں کہ بیٹھے تھے جن جن میں پھیل پھیل | بجتے تھے زنگ[۱] اور تھے کلس اُن کے جوں سہیل
رتھ بان نے اجل کے جو ہیں کر لیا دبیل | پھر کس کی چھتری، پہیے کہاں، اور کہاں کے بیل؟

جب چار کاندھے پر ہوئیں بھاری سواریاں
جھک مارتی یہ رہ گئیں ساری سواریاں

(۷) گاڑیاں ناگوری بیلوں کی

وہ گاڑیاں جو دوڑیں تھیں گھوڑوں سے بیشتر | ناگوری اُن کے ہاتھی کے پاٹھے سے خوب تر
پہیا قضا کے ہاتھ سے جب اُلٹا آن کر | گاڑی اُدھر اُلٹ گئی، مالک گرا اِدھر

جب چار کاندھے پر ہوئیں بھاری سواریاں
جھک مارتی یہ رہ گئیں ساری سواریاں

(۸) بہلیں

گھڑ بہل، فیل بہل، شتر بہل، راہ وار | ہرنوں کی بہل، بکری بہل، گھنٹے گھنگرو دار
مالک چڑھا جو موت کی ڈولی پہ ایک بار | پھر بہلیاں، نہ بہل، نہ جھنکار، نہ پکار

جب چار کاندھے پر ہوئیں بھاری سواریاں
جھک مارتی یہ رہ گئیں ساری سواریاں

۹

میانہ محافہ، اور وہ چنڈول[۲]، بگھیاں | وہ پینسیں، وہ بوچے[۳]، وہ چوپالے[۴] خوش نشاں

میانہ۔ محافہ۔ چنڈول بگھیاں لہ چار پہلوے کرن ریسلسل۔ آنچل۔ پھندنے (ریشمی خواہ مقیش تار جو مسند یا جھول وغیرہ کے گرداگرد لگاتے ہیں) ۲ زنگ گھنٹالی۔ گھنگرو پینسیں بوچے۔ چوپالے
گھنٹی۔ ناسخ مری لیلی کو یاں اگر لائے + باندھوں، ناقہ، میں زنگ سونے کا ۳ چنڈول سکھپال۔ محافہ۔ ڈولا۔ ایک زنانہ سواری جسے کہار
اُٹھاتے ہیں ۴ بوچا ہوادار۔ تامجان۔ ایک قسم کی امیروں کی سواری جسے کہار اُٹھاتے ہیں ۵ چوپالا (یا چوپہلا) ایک قسم کا ڈولا۔

مالک ہوا اجل کے جو کھڑ کھڑیہ[1] پر رواں۔ | بو چا گیا، نہ ساتھ میانہ گیا، میاں

جب چار کاندھے پر ہوئیں بھاری سواریاں
جھک مارتی یہ رہ گئیں ساری سواریاں

(۱۰) چھکڑے، لڑھے[2]، رہکلے[3]، شتر بہل، اور خچر | ٹٹو، حمار، بھینسے، وہ لدنے کے گور خر
مالک چلا جو موت کے تانگے کو چھیڑ کر | بھینسا گیا نہ ساتھ، نہ ٹٹو نہ گاؤخر

تانگے۔ چھکڑے۔ لڑھے۔ رہکلے۔ خچر۔ گدھے۔ بھینسے۔ گور خر۔

جب چار کاندھے پر ہوئیں بھاری سواریاں
جھک مارتی یہ رہ گئیں ساری سواریاں

(۱۱) اسوار جب اجل کا ہوا آن کر اسیر | گھوڑے بھی ہنہناتے رہے سب جو ان بہیر
ہاتھی بھی خاک ڈالتے سر پر رہے حقیر | یہ بات تو عیاں ہے کہوں کیا، میاں نظیر!

جب چار کاندھے پر ہوئیں بھاری سواریاں
جھک مارتی یہ رہ گئیں ساری سواریاں۔

نظم نمبر ۹۵
وجد و حال
لہجۂ ہندوانہ

(۱) کیا علم اُنھوں نے سیکھ لیے، جو بن لکھے کو بانچے ہیں | اور بات نہیں مُنھ سے نکلے، بن ہونٹھ ہلائے جانچے ہیں
دل اُن کے تار ستاروں کے، تن اُن کے طبل طمانچے ہیں | مُنھ چنگ، زباں دل سارنگی، پا گھنگرو، ہاتھ کمانچے ہیں

لیاں

ہیں راگ اُنھیں کے رنگ بھرے، اور بھاؤ اُنھیں کے سانچے ہیں
جو بے گت، بے سُر تال ہوئے، بن تال پکھاوج ناچے ہیں

(۲) کُل باجے بج کر ٹوٹ گئے، آواز لگی جب لہرانے | اور چھم چھم گھنگرو بند ہوئے، تب گت کا انت[4] لگے پانے

[1] کھڑ کھڑیا، ہلکی پالکی [2] لڑھا، چھکڑے کی قسم کی ایک گاڑی [3] رہکلا، ایک قسم کی گاڑی جس پر توپ چلتی ہے [4] بانچنا، پڑھنا
[5] انجام۔ حال خبر۔ سُراغ۔

سنگیت[1] نہیں یہ سنگت ہے، ہو موئے[2] بھی جس سے نرت[3] مانے
یہ ناچ کوئی کیا پہچانے، اس ناچ کو ناچے سو جانے

ہیں راگ اُنھیں کے رنگ بھرے، اور بھاؤ اُنھیں کے سانچے ہیں
جو بے گت، بے سُرتال ہوئے، بن تال پکھاوج ناچے ہیں

(۳)
جب ہاتھ کو دھویا ہاتھوں سے، جب ہاتھ لگے تھرکانے کو
اور پانوں کو کھینچا پانوؤں سے، جب پانوں لگے گت پانے کو
جب آنکھ اُٹھائی ہستی سے، جب نین لگے مٹکانے کو
سب کاچھ[4] کچھے، سب ناچ نچے، اُس رسیا چھیل رجھانے کو

ہیں راگ اُنھیں کے رنگ بھرے، اور بھاؤ اُنھیں کے سانچے ہیں
جو بے گت، بے سُرتال ہوئے، بن تال پکھاوج ناچے ہیں

(۴)
جو آگ جگر میں بھڑکی ہے اُس مشعل کی اُجیالی ہے
جو مُنھ پر حُسن کی زردی ہے، اُس زردی کی سب لالی ہے
جس گت پر اُن کا پانوں پڑا، اُس گت کی چال نرالی ہے
جس مجلس میں وہ ناچے ہیں وہ مجلس سب سے خالی ہے

ہیں راگ اُنھیں کے رنگ بھرے، اور بھاؤ اُنھیں کے سانچے ہیں
جو بے گت، بے سُرتال ہوئے، بن تال پکھاوج ناچے ہیں

(۵)
سب گھنگنا برھنا پھینک اُدھر اور دھیان اُدھر دھرتے ہیں
بن تاروں تار ملاتے ہیں، جب نرت[5] نرالا کرتے ہیں
بن گنے جھمک دکھلاتے ہیں، بن جوڑے من کو ہرتے ہیں
بن ہاتھوں بھاؤ بتاتے ہیں، بن پانوں کھڑے گت بھرتے ہیں

ہیں راگ اُنھیں کے رنگ بھرے، اور بھاؤ اُنھیں کے سانچے ہیں
جو بے گت، بے سُرتال ہوئے، بن تال پکھاوج ناچے ہیں

(۶)
تھا جن کی خاطر ناچ کیا، جب مورت اُن کی آ نے گئی
کہیں آپ کہا، کہیں ناچ کہا، اور تان کہیں لہرانے گئی
جب چھیل چھبیلی سُندر کی چھب نینوں اندر چھائے گئی
اک مورچھا گت سے آنے گئی، اور جوت میں جوت سما گئی

ہیں راگ اُنھیں کے رنگ بھرے، اور بھاؤ اُنھیں کے سانچے ہیں

[1] گانے اور ناچنے کا فن [2] فارسی نے تُوسے کے معنی بازی گر اور نٹ کے لکھے ہیں۔ لیکن حقیقت میں یہ ایک قوم جداگانہ ہے جو جانور اور پگڑی پہن کر ناچتی پھرتی ہے
نہایت ہی بیچ درجے کے ناچنے والے لونڈے [3] ثنا انکار کرنا۔ نٹ انا، ہار ماننا۔ دعویٰ موسیقی دانی سے انکار کرنا [4] کاچھ کاچھنا بھیس بدلنا کسی تماشے میں بھیس بدل کر
کوئی نقل کرنا۔ مثل۔ جیسے کاچھ کاچھے ویسے ناچ ناچے۔ کاچھے کو بضرورتِ شعری کچھے کر لیا ہے جیسے ناچ کو نچے [5] نرت ناچ [6] ہر لینا موہ لینا [7] سدھ جانتی

[illegible]

جو بے گت، بے سُرتال ہوئے، بن تال پکھاوج ناچے ہیں

سب ہوش بدن کا دُور ہوا، جب گت پہ آ مردنگ بجی — تن بھنگ[۱] ہوا، دل دنگ ہوا، سب آن گئی بے آن سجی

یہ ناچا کون نظیرؔ اب یاں؟ اور کس نے دیکھا ناچ اجی؟ — جب بوند ملی جا دریا میں، اِس تان کا آخر نکلا جی

ہیں راگ اُنھیں کے رنگ بھرے، اور بھاؤ اُنھیں کے سانچے ہیں
جو بے گت، بے سُرتال ہوئے بن تال پکھاوج ناچے ہیں

نظم نمبر ۹۶

چڑیوں کی تسبیح

(وان من شئی الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحھم)

(۱) وقتِ سحر کی رُوحیں کیا کیا ہُوں ہُوں ہُوں ہُوں کرتی ہیں — ہُوں ہُوں ہُوں ہُوں ہوں ہوں، کر کر ذکر کی گُن اور فکروں کرتی ہیں

مُرغے بولے گگڑوں گگڑوں، مُرغیاں کُوں کُوں کرتی ہیں — طُوطیاں بھی سب یاد میں اُس کی بھتُوں بھتُوں کرتی ہیں

کوں کوں — بھتیوں بھتیوں

سانجھ سویرے چڑیاں مل کر چوں چوں چُوں چُوں کرتی ہیں
چُوں چُوں چُوں چُوں چُوں چُوں چُوں چُوں کیا؟ سب بیچ و بیچ ہی کرتی ہیں

(۲) پنکھ پڑھا گرہ[۲] پنکھ اُسی کے غم کی تپ میں تپتے ہیں — عنقا اور سیمرغ اُسی کی فُرقت بیچ تڑپتے ہیں

سارس، گدھ، حواصل، بُزّے[۲۱]، بگلے، پنکھ کلپتے ہیں — پنکھ پکھیرو جتنے ہیں سب نام اُسی کا جپتے ہیں

بھاتے — بھتے

سانجھ سویرے چڑیاں مل کر چُوں چُوں چُوں چُوں کرتی ہیں
چُوں چُوں چُوں چُوں چُوں چُوں چُوں چُوں کیا؟ سب بیچوں بیچوں کرتی ہیں

(۳) قُمری بولے حق سرّہٗ، بلبل بولے بسم اللہ — کبک ٹٹیری چاروں قُل اور تیتر بھی سُبحان اللہ

دادُر[۵۳]، مور، پپیہے، کوئل کوک رہے ہے اللہ اللہ — فاختہ کوکوٗ، تیہو ہو ہو، طوطے بولیں حق اللہ

۱ے بھنگ شکستہ، مضمحل، منکسر، ٹوٹ پھوٹ کر برابر۔ چکنا چور ۲ے حواصل ایک سفید آبی پرند کا نام جس کا پوٹا بڑا اور آگے نکلا ہوا ہوتا ہے ۵۳ دادر ہندی میں مینڈک کو کہتے ہیں۔ گیتوں میں مور کے ساتھ اِس کا ذکر اکثر آیا ہے۔ اس لیے دونوں میں ایک قسم کا مضبوط اور دل چسپ رشتہ پیدا ہو گیا ہے جس کو محض خیالِ شستگی و صفائی زبان توڑ نہیں سکتا۔

سانجھ سویرے چڑیاں مل کر چوں چوں چوں چوں کرتی ہیں
چوں چوں چوں چوں چوں چوں کیا؟ سب بیچوں بیچوں کرتی ہیں

(۴) تینکرا، چنج اور لگھڑ باشے اور ترمتی، باز کوئی ۔۔۔ کونج، کبوتر، سبزک، جھانپو، کلکل، سارو، مارچوئی
لعل پڑھے ہو حتم بکم جب سب پہنے پوشاک سوئی ۔۔۔ پدڑی، پدّی، پودنے شکر خورے بولیں توئی توئی

سانجھ سویرے چڑیاں مل کر چوں چوں چوں چوں کرتی ہیں
چوں چوں چوں چوں چوں چوں کیا؟ سب بیچوں بیچوں کرتی ہیں

(۵) چیل کٹیلی آنچل سے کہے ہر چلوں چلوں، مت جان میاں ۔۔۔ کوّے قاں قاں کرتے ہیں الآن کما کان میاں
مرمر بولے مرغابی کل من علیہا فان میاں ۔۔۔ جتنے پنکھ پکھیرو ہیں سب پڑھتے ہیں قرآن میاں

سانجھ سویرے چڑیاں مل کر چوں چوں چوں چوں کرتی ہیں
چوں چوں چوں چوں چوں چوں کیا؟ سب بیچوں بیچوں کرتی ہیں

(۶) ہنس، ہما، سرخاب، تدرویں بولیں یا رحمان میاں ۔۔۔ سارو، ہریل، اور لٹورے، دھیریا حنان میاں
ققنس، تیتر، چکوہ، چکوری بولیں یا سبحان میاں ۔۔۔ ہدہد بولیں احد احد کچھ تو بھی تو کر دھیان میاں

سانجھ سویرے چڑیاں مل کر چوں چوں چوں چوں کرتی ہیں
چوں چوں چوں چوں چوں چوں کیا؟ سب بیچوں بیچوں کرتی ہیں

(۷) بوم، جغد اور سبزک، ابابیل اور چکوریں شام جڑی ۔۔۔ ککھنچن، چھپاں، لوے، کلنگ اور غوغائی کی دھوم پڑی
تلی، ٹڈی، ڈانس، جھنجھیری، کتری، بھنوری اور بڑی ۔۔۔ مکھی، مچھر، پسّو، بھنگے بول رہے سب گھڑی گھڑی

سانجھ سویرے چڑیاں مل کر چوں چوں چوں چوں کرتی ہیں
چوں چوں چوں چوں چوں چوں کیا؟ سب بیچوں بیچوں کرتی ہیں

۱ متداول نسخوں میں بند ۴-۵-۶ نہیں ہیں ۲ کوہی جو تلفظِ عام میں کوئی ہو گیا ہے ۳ کونج فرہنگِ آصفیہ سے مستنبط ہوتا ہے کہ سارس قاز کی جنس سے ہے بعض اہلِ دہلی سے تحقیق ہوا کہ قاز کی یہ بگڑی ہوئی شکل ہے ۴ مارچوئی چوئی مار یا چوہی مار ہے جس کو فارسی میں موش خوار کہتے ہیں ۵ آیۂ کما کان ۶ ہے یوم نطوی السماء کطی السجل قیامت کے بیان میں ۷ نون کو بالاشباع پڑھنے سے وزن ٹھیک ہوتا ہے ۸ ڈانس ایک قسم کا بڑا مچھر

(۸)
تن تن، اور لم ڈھیک، مولا حق حق تار پروتے ہیں
طائر تو سب تخمِ محبت اُس کا دل میں بوتے ہیں
اگھن بہتے، چنڈول، اُبلقے یا دمیں اُس کی بہتے ہیں
پنچھی اُس کی یاد کریں، ہم پاؤں پسارے سوتے ہیں

سانجھ سویرے چڑیاں مل کر چوں چوں چوں چوں کرتی ہیں
چوں چوں چوں چوں چوں چوں کیا؟ سب بیچوں بیچوں کرتی ہیں

(۵)
کس کس کا لوں نام غرض، ہیں جتنے طائر خورد و کبیر
پنکھی تو سب یاد کریں، اور ہم غفلت میں رہیں اسیر
کوئی کہے یا حیِ توانا کوئی کہے یارب قدیر
ہم سا غافل دُنیا میں اب کوئی نہ ہوگا آہ! نظیر

مُجرد

سانجھ سویرے چڑیاں مل کر چوں چوں چوں چوں کرتی ہیں
چوں چوں چوں چوں چوں چوں کیا؟ سب بیچوں بیچوں کرتی ہیں

ردیف و

نظم نمبر ۷۹

ترغیبِ سخاوت و عشرت

(۱)
زردار ہے تو ہر گز مت مار اپنے من کو
جو نر[سلہ] چلن چلیں ہیں چل تو بھی اُس چلن کو
تن زیب، تن سُکھوں سے ترسا نہ اپنے تن کو
مُرشد کا ہے یہ نکتہ، رکھ یاد اس سخن کو

ف: چل تو بھی اسی

دل کی خوشی کی خاطر چکھ ڈال مال دھن کو
گر مرد ہے تو، عاشق، کوڑی نہ رکھ کفن کو

(۲)
جا بیٹھ سیکڑوں میں سب درد و غم سے ہٹ کر
محبوب دل بروں سے خوش ہو لپٹ لپٹ کر
جھمکا گلابی، مے کی پیالی اُلٹ پلٹ کر
پی دودھ اور بتاسے، میوہ مٹھائی چٹ کر

دل کی خوشی کی خاطر چکھ ڈال مال دھن کو
گر مرد ہے تو، عاشق، کوڑی نہ رکھ کفن کو

(۳)[سلہ]
کمخواب کیا دو شالہ، کیا ریشمی دو سوتی
گر شال کا لنگوٹا، مت رکھ قبا اچھوتی

سلہ زناری کے ساتھ آتا ہے۔ ہندی میں اس کے معنی مرد کے ہیں سلہ یہ بند ۹ اور بند ۵-۶-۷-۸-۱۲ متداول نسخوں میں نہیں ہیں۔

بولے جو شوم بھڑوا، مار اُس کے سر پہ جوتی
دو دن تو دوستوں میں بلوا لے اپنی طوطی

دل کی خوشی کی خاطر کچھ ڈال مال دھن کو
گر مرد ہے تو، عاشق، کوڑی نہ رکھ کفن کو

(۴) یہ نعمتیں ہیں جتنی جو کچھ ملے سو کھا جا
پاپی بخیل مت بن، داتا سخی کہا جا
تاش اور بادلے میں اک بار جگمگا جا
اک دم تو اپنا ڈنکا من مانتا بجا جا

دل کی خوشی کی خاطر کچھ ڈال مال دھن کو
گر مرد ہے تو، عاشق، کوڑی نہ رکھ کفن کو

(۵) یاں کا یہی مزا ہے، کھانا دیا کھلانا
سب اس گھڑی اُڑا لے جو تجھ کو ہو اُڑانا
بھوکے کو ڈال روٹی، ننگے کو کچھ اُڑھانا
غافل، پھر اس گلی میں تجھ کو نہیں ہے آنا

دل کی خوشی کی خاطر کچھ ڈال مال دھن کو
[illegible]

(۶) جو گل بدن ہیں روٹھے زر دے اُنھیں منا لے
ہنس لے، ہنسا لے، ہر دم، دے لے، دلا لے، کھا لے
بوسہ اُنھوں کا لے کر سینے سے پھر لگا لے
جوبن سکے سو اپنے جی کے مزے اُڑا لے

دل کی خوشی کی خاطر کچھ ڈال مال دھن کو
گر مرد ہے تو عاشق، کوڑی نہ رکھ کفن کو

(۷) جو پاس ہے ذخیرہ مت رکھ وہ کونے اندر
دریا کہیں بہا دے، بن جا کہیں سمندر
مسجد، کنوئیں بنا دے، تالاب، باغ، مندر
سب کچھ اُڑا، لٹا کر ہو رہ سدا قلندر

دل کی خوشی کی خاطر کچھ ڈال مال دھن کو
گر مرد ہے تو، عاشق، کوڑی نہ رکھ کفن کو

(۸) باغوں کی دیکھ سیریں بھر جام کے چھلکے
آوے جو شوم بھڑوا گاڑھ اُس کو دے کے دھکے
اور چھان میلے ٹھیلے کر دھوم اور دھڑکے
تو شوق سے اُڑا لے عیش و مزے جھمکے

دل کی خوشی کی خاطر چکھ ڈال مال دھن کو
گر مرد ہی تو، عاشق، کوڑی نہ رکھ کفن کو

(۹)
صندوق میں جو زر ہی، اُس کو بھی لے گنوا دے
کوٹھی، مکان، حویلی سب کھود کر کھِلا دے
مے کے بہا کے نالے، طبلوں کو گھر گھر ڈا دے
کڑیوں تلک جلا دے، اینٹوں تلک اُڑا دے

دل کی خوشی کی خاطر چکھ ڈال مال دھن کو
گر مرد ہی تو، عاشق، کوڑی نہ رکھ کفن کو

(۱۰)
جو جو بخیل گٹن[۱] زر چھوڑ کر مرے گا
تیرا وہی ہی جو کچھ راہِ خدا میں دے گا
یا کھائے گا جنوائی، یا خاک صے لگے گا
کھاتا کھِلاتا، ہنستا تو بھی سدا رہے گا

دل کی خوشی کی خاطر چکھ ڈال مال دھن کو
گر مرد ہی تو، عاشق، کوڑی نہ رکھ کفن کو

(۱۱)
گر آ پڑے گا تجھ پر کچھ حادثہ خلل کا
آگے سے دے دلا کے ہو رہ تو اُس سے ہلکا
مالک پھر اور کوئی ٹھہرے گا تیرے ڈل[۲] کا
کر سوچ اپنے دل میں کچھ آج کا، نہ کل کا

دل کی خوشی کی خاطر چکھ ڈال مال دھن کو
گر مرد ہی تو، عاشق، کوڑی نہ رکھ کفن کو

(۱۲)
زر جوڑ جوڑ اپنے تو پاس گر رکھے گا
تیرا وہی ہی جو کچھ اب عیش کر چکے گا
یا چھین لے گا حاکم، یا چور لے مرے گا
جب وقت آ پکارا، تب کچھ نہ بن سکے گا

دل کی خوشی کی خاطر چکھ ڈال مال دھن کو
گر مرد ہی تو، عاشق، کوڑی نہ رکھ کفن کو

(۱۳)
جس نے یہ زر دیا ہی، پھر وہ ہی دھن بھی دے گا
مال و مکاں، حویلی، باغ و چمن بھی دے گا

---

[۱] گٹن قرمساق۔ دیوث۔ پاجی۔ بدذات۔ حرام زادہ۔ شریر النفس۔ مُفسد [۲] بعض نسخوں میں دل لکھا ہی اور بعض میں ڈل۔ ڈل زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہی اس لیے کہ عرف عام میں ڈل نقدی کو کہتے ہیں فرجائے کہ وہ رقم معتد بہ ہو۔ ڈل بڑی فوج کو کہتے ہیں۔ اور اس کے معنی انبار اور مقدار کے بھی لکھے ہیں۔

جیتا رہے گا جب تک کھانے کو اُن بھی دے گا　　مرجائے گا تو وہی تجھ کو کفن بھی دے گا

دل کی خوشی کی خاطر چکھ ڈال مال دھن کو
گر مرد ہی تو عاشق، کوڑی نہ رکھ کفن کو

(۱۴) جتنے گرے دبے ہیں سب کھالے اور کھلالے　　رکھ دھن اسی کی دل میں اب کھالے اور کھلالے
اپنا سمجھ اُسی کو جب کھالے اور کھلالے　　اب تو، نظیر، تو بھی سب کھالے اور کھلالے

دل کی خوشی کی خاطر چکھ ڈال مال دھن کو
گر مرد ہی تو عاشق، کوڑی نہ رکھ کفن کو

ردیف ھ

نظم نمبر ۹۸

آئینہ

من عرف نفسه فقد عرف ربه

(۱) لے آئینے کو ہاتھ میں اور بار بار دیکھ　　صورت میں اپنی قدرتِ پروردگار دیکھ
خالِ سیاہ اور خطِ مشکبار دیکھ　　زلف دراز و طرّۂ عنبر نثار دیکھ

ہر لحظہ اپنے جسم کے نقش و نگار دیکھ
ای گل، تو اپنے حسن کی آپ ہی بہار دیکھ

چشم

(۲) آئینہ کیا ہی؟ جان، ترا پاک صاف دل　　اور خال کیا ہیں؟ تیرے سویدائے رخ کے تل
زلفِ دراز فہم رسا سے رہی ہی مل　　لاکھوں طرح کے پھول رہے ہیں تجھی میں کھل

ہر لحظہ اپنے جسم کے نقش و نگار دیکھ
ای گل، تو اپنے حسن کی آپ ہی بہار دیکھ

(۳) مشکِ تتار و مشکِ ختن بھی تجھی میں ہی　　یاقوت سرخ و لعل یمن بھی تجھی میں ہی
نسرین و موتیا و سمن بھی تجھی میں ہی　　القصہ کیا گہوں مین، چمن بھی تجھی میں ہی

ہر لحظہ اپنے جسم کے نقش و نگار دیکھ
ای گل، تو اپنے حسن کی آپ ہی بہار دیکھ

(۴)
سورج مکھی کے گل کی اگر دل میں تاب ہی — تو اپنے منھ کو دیکھ کہ خود آفتاب ہی
گل اور گلاب کا بھی تجھی میں حساب ہیں — رخسار تیرا گل ہی، پسینہ گلاب ہی

ہر لحظہ اپنے جسم کے نقش و نگار دیکھ
ای گل، تو اپنے حسن کی آپ ہی بہار دیکھ

(۵)
نرگس کے پھول پر تو نہ اپنا گمان کر — اور سرو سے بھی دل نہ لگا اپنا جان کر
اپنے سوا کسی پہ نہ ہرگز تو دھیان کر — یہ سب سما رہے ہیں تجھی میں تو آن کر

ہر لحظہ اپنے جسم کے نقش و نگار دیکھ
ای گل، تو اپنے حسن کی آپ ہی بہار دیکھ

(۶)
نرگس وہ کیا ہی؟ جان، تری چشم خوش نگاہ — اور سرو کیا ہی؟ یہ ترا قدِ دراز آہ!
گر سیرِ باغ چاہے تو اپنی ہی کر تو چاہ — حق نے تجھی کو باغ بنایا ہی، واہ واہ!

ہر لحظہ اپنے جسم کے نقش و نگار دیکھ
ای گل، تو اپنے حسن کی آپ ہی بہار دیکھ

(۷)
گر دل میں تیرے قمری و بلبل کا دھیان ہی — تو ہونٹھ تیرے قمری ہیں، بلبل زبان ہی
ہی تو ہی باغ، اور تو ہی باغبان ہی — باغ و چمن ہیں جتنے، تو اُن سب کی جان ہی

ہر لحظہ اپنے جسم کے نقش و نگار دیکھ
ای گل، تو اپنے حسن کی آپ ہی بہار دیکھ

(۸)
بیلا گلاب سیوتی، نسرین و نسترن — داؤدی، جوہی، لالہ و رابیل و یاسمن
جتنی جہان میں پھولی ہی پھولوں کی انجمن — یہ سب تجھی مین پھول رہے ہین چمن چمن

ہر لحظہ اپنے جسم کے نقش و نگار دیکھ

اے گل، تو اپنے حُسن کی آپ ہی بہار دیکھ

(۹)
باغ و چمن کے غنچہ و گُل میں نہو اسیر
قمری کی سُن صفیر، نہ بُلبُل کی سُن صفیر
اپنے تئیں تو دیکھ کہ کیا ہے ارے نظیر
ہیں حرفِ مَنْ عَرَف کے یہی معنے، اے نظیر

ہر لحظہ اپنے جسم کے نقش و نگار دیکھ
اے گل تو اپنے حُسن کی آپ ہی بہار دیکھ

نظم نمبر ۹۹

گلدستۂ قُدرت

(۱)
دُنیا کا چمن، یارو، ہے خُوب یہ آرستہ[۱]
سرسبز رہے اس کا ہر سبزہ یہ پیوستہ
ہر پھول کے آنے کا جاری ہے سدا رستہ
ہر شاخ مُقطّع ہے، ہر برگ ہے برجستہ

دُنیا نہ کہو اس کو، یہ باغ ہے سربستہ
کیا دست سے قُدرت کے باندھا ہے یہ گلدستہ!

(۲)
یاں ارض و سما تارے جو آن کے جھوٹے ہیں
جن، دیو، پری، آدم، یا باد، بگولے[۲] ہیں
سب وحشی و طائر ہیں یا گھاس کے پُولے ہیں
کچھ اور نہیں، یارو، یہ گلُ و ہی پھولے ہیں

دُنیا نہ کہو اس کو، یہ باغ ہے سربستہ
کیا دست سے قُدرت کے باندھا ہے یہ گلدستہ!

(۳)
ہر شہر و دِہ و قصبہ سب پھولوں کی ڈلیاں ہیں
کوچے ہیں سو تختے ہیں، گلیاں ہیں سو کلیاں ہیں
دیوار و در و حُجرے سب کیاریاں ڈھلیاں[۳] ہیں
اینٹ اینٹ میں ہر گھر کے کیا رنگ ہیں رَلیاں ہیں

دُنیا نہ کہو اس کو، یہ باغ ہے سربستہ
کیا دست سے قُدرت کے باندھا ہے یہ گلدستہ!

[۱] آرستہ آراستہ کا مخفف ہے۔ ایک نُسخہ اس کا وارستہ بھی ہے [۲] عموماً فصیح شُعرا کی زبان پر بگولا ہے مگر نظیر نے اکثر بولا ہی لکھا ہے اور شاید باعتبار ماخذ یہی اصح اور باعتبار استعمال یہی اقدم ہے [۳] سانچے کی ڈھلی کیاریاں۔

(۴)
انبوہ ہے غنچوں کا اور گل کی قطاریں ہیں
جو اپنی کھڑے ہو کر خوبی کو سنواریں ہیں
شاخوں کے تراکم ہیں، برگوں کی بہاریں ہیں
سب اپنے ہی عالم میں دم حُسن کا ماریں ہیں

دنیا نہ کہو اس کو، یہ باغ ہے سربستہ
کیا دست سے قُدرت کے باندھا ہے یہ گلدستہ!

(۵)
کہتا ہے گلاب ہر دم: ”میں عطر سراسر ہوں“
بیلا یہ پکارے ہے: ”میں چاند کا پیکر ہوں“
اور سیوتی کہتی ہے: ”میں اُس سے معطر ہوں“
گُل اشرفی کہتی ہے: ”وہ کیا ہے، میں بہتر ہوں“

دُنیا نہ کہو اس کو، یہ باغ ہے سربستہ
کیا دست سے قُدرت کے باندھا ہے یہ گلدستہ!

(۶)
لالہ یہ سُناتا ہے: ”میں لعل کا پیالا ہوں“
صد برگ یہ کہتا ہے: ”سو درجہ میں بالا ہوں“
سُورج مکھی کہتی ہے: ”میں اُس کی بھی خالا ہوں“
گُل جعفری کہتی ہے: ”میں اس سے بھی اعلا ہوں“

دُنیا نہ کہو اس کو، یہ باغ ہے سربستہ
کیا دست سے قُدرت کے باندھا ہے یہ گلدستہ!

(۷)
نسریں، وسمن، سنبل گچھا ہے ثریا کا
رابیل، چنبیلی بھی جلوہ ہے ڈُلیا[1] کا
نیلوفر و نافرماں ہے رُوپ کنھیا کا
دم بھرتا ہے جنت سے ہر پھول کٹیا کا

دُنیا نہ کہو اُس کو، یہ باغ ہے سربستہ
کیا دست سے قُدرت کے باندھا یہ گلدستہ!

(۸)
کہتا ہے کنول ہر دم: ”میں پاک نمازی ہوں“
سوسن کی زباں بولی: ”ہیں تر کی و تازی ہوں“
اور موگرا کہتا ہے: ”میں مرد ہوں، غازی ہوں“
گُل باسی[2] یہ کہتی ہے: ”میں سب سے تازی ہوں“

[1] ڈلیا غالباً یہ وہی پھول ہے جس کو انگریزی میں ڈیلیا کہتے ہیں۔ پھول پیالے کی طرح بڑا بڑا زرد و سُرخ ہر قسم کا ہوتا ہے جو زرد ہوتا ہے اُس کا کنارہ سُرخ ہوتا ہے اور جو سرخ ہوتا ہے اس کا کنارہ زرد۔ متن و حاشیہ کا یہ اختلاف اُسے نہایت خوش نما کر کے دکھاتا ہے [2] گُل باسی گُل عباسی مشہور تلفظ کو یہاں باندھ دیا ہے اور سب سے بہ مقابل باسی سے ایک تازہ لطف پیدا کیا ہے۔

دُنیا نہ کہو اس کو، یہ باغ ہے سر بستہ
کیا دست سے قُدرت کے باندھا ہے یہ گُلدستہ!

(۹)
مدھ مالتی، ناگیسر، اور سول سری، گرنا
نرگس بھی پکارے ہے: "مجھپر یہ نظر کرنا"
دوپہریا، داؤدی، گُل چین، کٹھل، برنا[1]
پیچھے کو سُہاگن کے سو عشق کے دم بھرنا"

دُنیا نہ کہو اس کو، یہ باغ ہے سر بستہ
کیا دست سے قُدرت کے باندھا ہے یہ گُلدستہ!

(۱۰)
گُل کیوڑا کہتا ہے: "کیا مجکو تراشا ہے!"
اور موتیا، شفتالو زر سیم کا ماشا[2] ہے
اور کیتکی کہتی ہے: "صندل کا تراشا ہے"
اور رنگ حنا، مخمل جو ہے سو تماشا ہے

دُنیا نہ کہو اس کو، یہ باغ ہے سر بستہ
کیا دست سے قُدرت کے باندھا ہے یہ گُلدستہ!

(۱۱)
ڈیلے وکنیروں کی کیا پنکھڑی ڈھالی ہے
بگلے و مدن بان کی کچھ بات نرالی ہے
چنپا و چھچنپا ہے یا موتی کی بالی ہے
گُل چاندنی کہتی ہے: "میری ہی اُجالی ہے"

دُنیا نہ کہو اس کو، یہ باغ ہے سر بستہ
کیا دست سے قُدرت کے باندھا ہے یہ گُلدستہ!

(۱۲)
دستار پہ گل طُرّہ کیا شان جتاتا ہے!
اور پھول نواڑے کا بجرے کو بڑھاتا ہے
کلگا بھی اُدھر اپنی کلگی کو ہلاتا ہے +
جو گُل ہے سو اپنے ہی جوبن کو دکھاتا ہے

دُنیا نہ کہو اس کو، یہ باغ ہے سر بستہ
کیا دست سے قُدرت کے باندھا ہے یہ گُلدستہ!

[1] برنا ایک درخت اور اُس کے پھل کا نام جو گوبر سے مشابہ اور مزے میں تلخ ہے۔ یہاں اُس کا پھول مراد ہے۔

[2] ماشا ایک چھوٹا سا وزن آٹھ رتی کا۔ جس سے چاندی تولتے ہیں اسی کو سُرخ بھی کہتے ہیں اور حبہ بھی۔ ہندی نام اس کا گھنگچی ہے۔

+ عربی میں عین الدیک اور فارسی میں چشم خروس کہتے ہیں۔

(۱۳)
بَن، آگ، ٹُرئی، ٹیسو کیا پھول رہے بَن بَن
کہتا ہے پپیا بانسا ہے حُسن مرا سوسن
سرسوں ہے، اڑوسا ہے پھر اور بھی ہے سن بن
درشن یہ پکارے ہے آ دیکھ لے سُکھ درشن

دُنیا نہ کہو اِس کو، یہ باغ ہے سربستہ
کیا دست سے قُدرت کے باندھا ہے یہ گُلدستہ!

(۱۴)
قُدرت کہ بنا جس نے اس باغ کی ڈالی ہے
کیا نخل کا ڈالا ہے! کیا پھول کی ڈالی ہے!
کیا بولیں نظیر آگے، کیا خوب وہ مالی ہے!
سب کا وہی وارث ہے، سب کا وہی والی ہے

دنیا نہ کہو اِس کو، یہ باغ ہے سربستہ
کیا دست سے قُدرت کے باندھا ہے یہ گلدستہ

ردیف ی

نظم نمبر ۱

مکافات

(دُنیا دار المکافاۃ ہے)

(۱)
ہے دُنیا جس کا ناؤں، میاں، یہ زور طرح کی بستی ہے
یاں ہر دم جھگڑے اُٹھتے ہیں، ہر آن عدالت بستی ہے
جو مہنگوں کو تو مہنگی ہے، اور سستوں کو یہ سستی ہے
گر مست کرے تو مستی ہے، اور پست کرے تو پستی ہے

کچھ دیر نہیں، اندھیر نہیں، انصاف اور عدل پرستی ہے
اس ہاتھ کرو، اس ہاتھ ملے، یاں سودا دست بدستی ہے

(۲)
جو اور کسی کا مان رکھے تو اُس کو بھی ارمان ملے
نقصان کرے نقصان ملے، احسان کرے احسان ملے
جو پان کھلاوے پان ملے، جو روٹی دے تو نان ملے
جو جیسا جس کے ساتھ کرے، پھر ویسا اُسکو آن ملے

۱ بن روئی کا کھیت۔ روئی کے درخت ۲ آک ایک قسم کا درخت ہے جو کم سا مین سرسبز رہتا ہے اور برسات میں اکثر اُس کے پتے گل جاتے ہیں۔ اس کا دودھ نری رنگنے اور دوائیوں میں ڈالنے کے کام آتا ہے۔ آک کی بُڑھیا آک کے پھل کی روئی جو نہایت ملائم اور چمک دار ہوتی ہے ۳ ٹیسو پلاس ڈھاک کا پھول جس میں سے زرد رنگ نکلتا ہے ۴ اڑوسا ایک درخت ہے جو دوا کے کام آتا ہے ۵ اس نظم کا عنوان متداول نسخوں

کچھ دیر نہیں، اندھیر نہیں، انصاف اور عدل پرستی ہے
اس ہاتھ کرو اُس ہاتھ ملے، یاں سودا دست بدستی ہے

(۳)
جو اَور کسی کی جاں بخشے، تو حق اُس کی بھی جان رکھے
جو اور کسی کی آن رکھے، تو اُس کی بھی حق آن رکھے
جو یاں کا رہنے والا ہے، یہ دل میں اپنے جان رکھے
یہ تُرت پُھرت کا نقشہ ہے، اس نقشے کو پہچان رکھے

کچھ دیر نہیں، اندھیر نہیں، انصاف اور عدل پرستی ہے
اس ہاتھ کرو اُس ہاتھ ملے، یاں سودا دست بدستی ہے

(۴)
جو پار اُتارے اَوروں کو اُس کی بھی ناؤ اُترنی ہے
جو غرق کرے، پھر اُس کو بھی یاں ڈُبکوں ڈُبکوں کرنی ہے
شمشیر، تبر، بندوق، سناں، اور نشتر، تیر، نہرنی ہے
یہاں جیسی جیسی کرنی ہے، پھر ویسی ویسی بھرنی ہے

کچھ دیر نہیں، اندھیر نہیں، انصاف اور عدل پرستی ہے
اس ہاتھ کرو اُس ہاتھ ملے، یاں سودا دست بدستی ہے

(۵)
جو اَور کا اُونچا بول کرے تو اُس کا بول بھی بالا ہے
اور دے پٹکے، تو اُس کو بھی کوئی اَور پٹکنے والا ہے
بے ظُلم و خطا جس ظالم نے مظلوم ذبح کر ڈالا ہے
اُس ظالم کے بھی لوہو کا پھر بہتا ندی نالا ہے

کچھ دیر نہیں، اندھیر نہیں، انصاف اور عدل پرستی ہے
اس ہاتھ کرو اُس ہاتھ ملے، یاں سودا دست بدستی ہے

(۶)[لہ]
جو مصری اور کے مُنھ میں دے، پھر وہ بھی شکر کھاتا ہے
جو اور کے تئیں اب ٹکر دے، پھر وہ بھی ٹکر کھاتا ہے
جو اَور کو ڈالے چکّر میں، پھر وہ بھی چکّر کھاتا ہے
جو اور کو ٹھوکر مار چلے، پھر وہ بھی ٹھوکر کھاتا ہے

کچھ دیر نہیں، اندھیر نہیں، انصاف اور عدل پرستی ہے
اس ہاتھ کرو اُس ہاتھ ملے، یاں سودا دست بدستی ہے

(۷)
جو اور کسی کو ناحق میں یہ جھوٹھی بات لگاتا ہے
اور کوئی غریب بچارا ہے، حق ناحق میں لُٹ جاتا ہے
وہ آپ بھی لوٹا جاتا ہے اور لاٹھی پاٹھی کھاتا ہے
وہ جیسا جیسا کرتا ہے، پھر ویسا ویسا پاتا ہے　　کوئی ا

لہ یہ بند متداول نسخوں میں نہیں ہے۔

کچھ دیر نہیں، اندھیر نہیں، انصاف اور عدل پرستی ہے
اس ہاتھ کرو اُس ہاتھ ملے، یاں سودا دست بدستی ہے

(۸)ٖ جو اَور کی پگڑی لے بھاگے، اُس کا بھی اور اُچکا ہے
یاں پُشتی میں تو پُشتی ہے، اور دھکّے میں یاں دھکّا ہے
جو اَور پہ چوکی بٹھلاوے، اُس پر بھی دھونس و ٹھوکا ہے
کیا زور مزے کا جمگھٹ ہے! کیا زور یہ بھیڑ بھڑکا ہے!

کچھ دیر نہیں، اندھیر نہیں، انصاف اور عدل پرستی ہے
اس ہاتھ کرو اُس ہاتھ ملے، یاں سودا دست بدستی ہے

(۹) ہے کھٹکا اُس کے ساتھ لگا، جو اور کسی کو دے کھٹکا
چہرے کے بیچ میں چیرا ہے، ٹیکے کے بیچ جو ہے ٹپکا
اور غیب سے جھٹکا کھاتا ہے، جو اور کسی کو دے جھٹکا
کیا کہیے اور نظیرؔ آگے، ہے زور تماشا جھٹ پٹ کا

کچھ دیر نہیں، اندھیر نہیں، انصاف اور عدل پرستی ہے
اس ہاتھ کرو اُس ہاتھ ملے، یاں سودا دست بدستی ہے

نظم نمبر ۱۰۱

مذمّتِ دُنیا

دُنیا دھوکے کی ٹٹّی ہے

(۱) یہ پیٹھ عجب ہے دُنیا کی، اور کیا کیا جنس اکٹھی ہے
کچھ پکتا ہے، کچھ بھنتا ہے، پکوان مٹھائی پٹّی[۱] ہے
یاں مال کسی کا میٹھا ہے، اور چیز کسی کی کھٹّی ہے
جب دیکھا خوب تو آخر کو نہ چولھا، بھاڑ، نہ بھٹّی ہے

غُل، شور، بگولا، آگ، ہوا اور کیچڑ، پانی، مٹّی ہے
ہم دیکھ چکے اس دُنیا کو، یہ دھوکے کی سی ٹٹّی ہے

(۲) کوئی تاج خریدے ہنس ہنس کر، کوئی تخت گھڑ بنواتا ہے
کوئی بھائی، باپ، چچا، نانا، کوئی ناتی، پوت کہاتا ہے
کوئی کپڑے رنگے پہنے ہے، کوئی گُدڑی اوڑھے جاتا ہے
جب دیکھا خوب تو آخر کو نہ رشتا ہے، نہ ناتا ہے

غُل، شور، بگولا، آگ، ہوا اور کیچڑ، پانی، مٹّی ہے

سلہ یہ بند بھی مستند اول نسخوں میں نہیں ہے۔ [۱] پٹّی ایک قسم کی مٹھائی۔

ہم دیکھ چکے اس دُنیا کو، یہ دھوکے کی سی ٹٹّی ہے

(۳)[ف] کوئی سیٹھ، مہاجن لاکھ پتی، بزّاز کوئی پنساری ہے
کیا جانے کون خریدے گا، اور کس نے جنس اُتاری ہے
یاں بوجھ کسی کا ہلکا ہے، اور کھیپ کسی کی بھاری ہے
جب دیکھا خُوب تو آخر کو دلّال، نہ کوئی بیوپاری ہے
غُل، شور، ببولا، آگ، ہوا اور کیچڑ، پانی، مٹّی ہے
ہم دیکھ چکے اس دُنیا کو، یہ دھوکے کی سی ٹٹّی ہے

(۴) کوئی پھُول کی بیٹھے مسند پر، کوئی رو دے اپنی دولت کو
کوئی لڑتا ہے، کوئی مرتا ہے، کوئی جھگڑے حق پر ناحق کو
کوئی بولے "اپنا مجھ سے لو، اور میرا ہو سو مجکو دو"
جب دیکھا خُوب تو آخر کو کچھ دینا ایک نہ لینا دو
غُل، شور، ببولا، آگ، ہوا اور کیچڑ، پانی، مٹّی ہے
ہم دیکھ چکے اس دُنیا کو، یہ دھوکے کی سی ٹٹّی ہے

(۵) رمّال، نجومی، عامل ہے، اور فاضل، مُلّا سیانا ہے
تعویذ، فلیتا، فال، فسوں، اور جادو، منتر لاتا ہے
کوئی عاقل، کامل، دانا ہے، کوئی مست پڑا دیوانا ہے
جب دیکھا خوب تو آخر کو سب حیلہ مکر بہانا ہے
غُل، شور، ببولا، آگ، ہوا اور کیچڑ، پانی، مٹّی ہے
ہم دیکھ چکے اس دُنیا کو، یہ دھوکے کی سی ٹٹّی ہے

فسانا

(۶) کوئی لوٹے کوچے گلیوں میں، نیّار کسی کا ڈیرا ہے
نت قصّے جھگڑے کرتے ہیں، یہ میرا ہے یہ تیرا ہے
کوئی باغ گوا بنواتا ہے، اور گھر کسی کا گھیرا ہے
جب دیکھا خُوب تو آخر کو نہ میرا ہے، نہ تیرا ہے
غُل، شور، ببولا، آگ، ہوا اور کیچڑ، پانی، مٹّی ہے
ہم دیکھ چکے اس دُنیا کو، یہ دھوکے کی سی ٹٹّی ہے

گھرواں کسی سے
رہتے

(۷) کہیں دھوم مچی ہے قرضوں کی، کہیں قرضوں کا دُکھ کھینا ہے
ہر روز تقاضا، دھرنا ہے، دُکھ دینا، پیسا لینا ہے
کوئی سیر اپنا پرکھا دے، اور پیچھے کوئی چینا[ف] ہے
جب دیکھا خُوب تو آخر کو کچھ لینا ہے نہ دینا ہے
غُل، شور، ببولا، آگ، ہوا اور کیچڑ، پانی، مٹّی ہے

[ف] یہ بند بعض نسخوں میں نہیں ہے۔ اور نہ بند ۷۔۸۔۱۰۔۱۱۔۱۲۔۱۳۔۱۴۔۱۵۔ [ف] چینا پیارے مجہول ایک غلّے کا نام ہے۔

ہم دیکھ چکے اس دُنیا کو، یہ دھوکے کی سی ٹٹّی ہے

(۸)
کوئی بنیا ہے، کوئی تیلی ہے، کوئی بیچے پان تنبولی ہے
کہیں گون ڈھلی ہے ناجوں کی کہیں تھیلا تھیلی کھولی ہے
کوئی سر پر رکھ کر کھینچے ہے، کوئی باندھے پھرتا جھولی ہے
جب دیکھا خُوب تو آخر کو اک دم کی بولا ٹھولی ہے
غل، شور، ببولا، آگ، ہوا اور کیچڑ، پانی، مٹی ہے
ہم دیکھ چکے اس دُنیا کو، یہ دھوکے کی سی ٹٹّی ہے

(۹)
کوئی ٹوپی پہنے جاتا ہے کوئی باندھ پھرا عمامہ ہے
کمخواب، گزی، اور گاڑھے کا نت قضیہ ہے ہنگامہ ہے
کوئی صاف برہنہ پھرتا ہے، نہ پگڑی ہے نہ جامہ ہے
جب دیکھا خُوب تو آخر کو نہ پگڑی ہے، نہ جامہ ہے
غل، شور، ببولا، آگ، ہوا اور کیچڑ، پانی، مٹی ہے
ہم دیکھ چکے اس دنیا کو، یہ دھوکے کی سی ٹٹّی ہے

(۱۰)
کوئی بال بڑھائے پھرتا ہے کوئی سر کو گھونٹ مُنڈاتا ہے
کوئی پوجا کتھا بکھانے ہے، کوئی چھاپا تلک لگاتا ہے
کوئی کپڑے رنگے پہنے ہے، کوئی ننگے مُنگے آتا ہے
جب دیکھا خُوب تو آخر کو سب چھوڑ اکیلا جاتا ہے
غل، شور، ببولا، آگ، ہوا اور کیچڑ، پانی، مٹی ہے
ہم دیکھ چکے اس دُنیا کو، یہ دھوکے کی سی ٹٹّی ہے

(۱۱)
کوئی روتا ہے کوئی ہنستا ہے، کوئی ناچے ہے کوئی گاتا ہے
کوئی مال اکٹھا کرتا ہے، کوئی کُنجی قفل لگاتا ہے
کوئی چھینے جھپکے لے بھاگے، کوئی دھونس دھڑکا لاتا ہے
جب دیکھا خُوب تو آخر کو سب جھگڑا، رگڑا جاتا ہے
غل، شور، ببولا، آگ، ہوا اور کیچڑ، پانی، مٹی ہے
ہم دیکھ چکے اس دُنیا کو، یہ دھوکے کی سی ٹٹّی ہے

(۱۲)
کوئی بیچے بھنگ، شراب، افیون، کہیں دُودھ دہی کی پھیری ہے
کوئی جھگڑے اپنی جاگہ پر، یہ میری ہے یہ تیری ہے
کوئی پلّا سر پر لاتا ہے، کوئی لادے بیل بکیری[1] ہے
جب دیکھا خوب تو آخر کو نہ تیری ہے نہ میری ہے

[1] فاربس نے بکیوڑ کے معنی بیسے کے سوداگر کے لکھے ہیں اور اس کو دکھنی زبان کا لفظ بتایا ہے۔ غالباً اسی لفظ کی ہندوستانی شکل بکیری ہے۔ بکیری کوئی چھوٹے درجے کے پیشہ ور ہیں جیسے جُلاہے دُھنے بقّال۔

غل، شور، ببولا، آگ، ہوا اور کیچڑ، پانی، مٹی ہے
ہم دیکھ چکے اس دنیا کو، یہ دھوکے کی سی ٹٹی ہے

(۱۳)
کہیں بلی ٹیو کی تھونی[۱] ہے کہیں گھاس کی پکی پولی ہے
کہیں چھلنی، چھاج، پٹارے ہیں، کہیں چولھا چکی چولی[۲] ہے
ترکاری، بیگن، ساگ، بڑا گز گانڈا[۳] اگا جڑ مولی ہے
جب دیکھا خوب تو آخر کو سب چھوہو یہ وکھیت پھولی ہے

غل، شور، ببولا، آگ، ہوا اور کیچڑ، پانی، مٹی ہے
ہم دیکھ چکے اس دنیا کو، یہ دھوکے کی سی ٹٹی ہے

(۱۴)
کہیں بان، اٹیری، ٹاٹ، کڑی، کہیں دمرکھ، چرخ، تکلا ہے
کہیں ریوک، روپیا، خوردہ ہے کہیں کوڑی، پیسا، دھیلا ہے
کہیں ڈھانچ پلنگ کا بکتا ہے کہیں چھینکا، رسی، رسّا ہے
جب دیکھا خوب تو آخر کو نہ پیڑھی، کھاٹ، نہ چرخا ہے

غل، شور، ببولا، آگ، ہوا اور کیچڑ، پانی، مٹی ہے
ہم دیکھ چکے اس دنیا کو، یہ دھوکے کی سی ٹٹی ہے

(۱۵)
کوئی شکرا باز اڑاتا ہے کوئی ہاتھ پہ رکھے تِتلی[۴] ہے
شاباش کوئی لے بیٹھا ہے، اور دوڑ کسی نے دُت لی[۵] ہے
ہے تار کسی کے ہاتھوں میں اور ناچتی پھرتی پتلی ہے
جب دیکھا خوب تو آخر کو نہ ریشم سوت نہ سُتلی ہے

غل، شور، ببولا، آگ، ہوا اور کیچڑ، پانی، مٹی ہے
ہم دیکھ چکے اس دنیا کو، یہ دھوکے کی سی ٹٹی ہے

(۱۶)
اب کس کا رنگ برا کہیے اور کس کا روپ بھلا کہیے؟
اک دم کی پینٹھ لگی ہے یہ، انبوہ، مزا چرچا کہیے
یہ سیر تماشا دیکھ، نظیرؔ اب جا کہیے، بیجا کہیے
کچھ بات نہیں بن آتی ہے، چپ چاپ پہیلی[بھلی ہے] کیا کہیے

غل، شور، ببولا، آگ، ہوا اور کیچڑ، پانی، مٹی ہے
ہم دیکھ چکے اس دنیا کو، یہ دھوکے کی سی ٹٹی ہے

---

۱ ٹھونگی ستون تھونی ۲ چولی چولھے کی تصغیر ہے ۳ گانڈا اگا نا ۴ تتلی بالکسر کو یہاں بالضم باندھا ہے۔ غالباً قدیم محاورے میں اس کا تلفظ یوں ہوگا۔

۵ اس مصرع میں قافیے کو بے تکلّف باندھا ہے مطلب اس کا یہ ہے کہ کسی نے تو کارنمایاں کر کے شاباش حاصل کی ہے۔ ہر طرف سے تعریف ہو رہی۔ اور کوئی ایسے بدنصیب ہیں کہ دوڑ کر گئے تھے کسی اور مطلب کے لیے مگر وہاں دھتکارے گئے اور شاباش کی بجائے دُت دبک بتائی گئی۔ دُت ایک کلمہ ہے جو ملامت اور نفرت کی جگہ بولتے ہیں۔

نظم نمبر ۱۰۲

مُکافاتؔ

دُنیا دار المکافاۃ ہی

(۱)
دُنیا عجب بازار ہی، کُچھ جنس یاں کی سات لے
میوہ دکھِلا میوہ ملے پھل پھول دے پھل پات لے
نیکی کا بدلا نیک ہی، بد سے بدی کی بات لے
آرام دے آرام لے دُکھ درد دے آفات لے

کلجگ نہیں، کرجگ ہی یہ، یاں دن کو دے اور رات لے
کیا خُوب سودا نقد ہی! اس ہات دے اُس ہات لے

(۲)
کانٹا کسی کے مت لگا، گو مثل گُل پھُولا ہی تو
مت آگ میں ڈال اور کو یہ گھاس کا پُولا ہی تو
وہ تیرے حق میں تیر ہی، کس بات پر بھولا ہی تو؟
سُن رکھ یہ نکتہ بے خبر، کس بات پر بھُولا ہی تو؟

کلجگ نہیں، کرجگ ہی یہ، یاں دن کو دے اور رات لے
کیا خُوب سودا نقد ہی! اس ہات دے اُس ہات لے

(۳)
شوخی، شرارت، مکر و فن سب کا بسیکھا ہی یہاں
کھوٹی کھری جو کُچھ کہے، تس کا پرکھا ہی یہاں
جو جو دکھایا اَور کو، وہ آپ بھی دیکھا ہی یہاں
جو جو پڑے اُلٹا ہی دل، تل تل کا لیکھا ہی یہاں

کلجگ نہیں، کرجگ ہی یہ، یاں دن کو دے اور رات لے
کیا خُوب سودا نقد ہی! اس ہات دے اُس ہات لے

(۴)
جو اَور کی بستی رکھے، اُس کا بھی بستا ہی پُرا
جو اَور کی توڑے دُھری، اُس کا بھی ٹوٹے ہی دُھرا
جو اَور کے مارے چُھری، اُس کے بھی لگتا ہی چُھرا
جو اَور کی چیتے بدی، اُس کا بھی ہوتا ہی بُرا

کلجگ نہیں، کرجگ ہی یہ، یاں دن کو دے اور رات لے
کیا خُوب سودا نقد ہی! اس ہات دے اُس ہات لے

---

(۱) اس نظم کا دوسرا عنوان ہی "کلجگ کا بیان"، (۲) بسکھ یا بسیکھا خواص-شل-ان تینوں کا یہی بسیکھ - یہ بھی دیکھا وہ بھی دیکھو -

(۵)
جو اور کو پھل دیوے گا، وہ بھی سدا پھل پاوے گا
جو آج دیوے گا یہاں، ویسا ہی وہ کل پاوے گا
گیہوں سے گیہوں، جو سے جو، چانول سے چانول پاوے گا
کل دیوے گا کل پاوے گا، کل پاوے گا کل پاوے گا

کلجگ نہیں، کرجگ ہے یہ، یاں دن کو دے اور رات لے
کیا خوب سودا نقد ہے! اس ہات دے اُس ہات لے

(۶)
جو چاہے لے چل اس گھڑی، سب جنس یاں تیار ہے
دُنیا نہ جان اِس کو، میاں، دریا کی یہ منجدھار ہے
آرام میں آرام ہے، آزار میں آزار ہے
اَوروں کا بیڑا پار کر، تیرا بھی بیڑا پار ہے

منجھدھار

کلجگ نہیں، کرجگ ہے یہ، یاں دن کو دے اور رات لے
کیا خوب سودا نقد ہے! اس ہات دے اُس ہات لے

(۷)
تو اَور کی تعریف کر، تجھ کو ثنا خوانی ملے
تو اَور کو مہمان کر، تجھ کو بھی مہمانی ملے
کر مشکل آسان اَور کی، تجھ کو بھی آسانی ملے
روٹی کھلا، روٹی ملے، پانی پلا، پانی ملے

کل جگ نہیں، کرجگ ہے یہ، یاں دن کو دے اور رات لے
کیا خوب سودا نقد ہے! اس ہات دے اُس ہات لے

(۸)[1]
جو گُل کھِلاوے اَور کا، اُس کا ہی گُل کھِلتا بھی ہے
جو اَور کا چھیلے جگر، اُس کا جگر چھلتا بھی ہے
جو اَور کا کیلے ہے مُنھ، اُس کا ہی مُنھ کلِتا بھی ہے
جو اَور کو دیوے کپٹ[2] اُس کو کپٹ مِلتا بھی ہے

کلجگ نہیں، کرجگ ہے یہ، یاں دن کو دے اور رات لے
کیا خوب سودا نقد ہے! اس ہات دے اُس ہاتھ لے

(۹)
کرجگ جو کچھ کرنا ہو اب، یہ دم تو کوئی آن ہے
تہمت میں یاں تہمت لگے، طوفان میں طوفان ہے
نقصان میں نقصان ہے، احسان میں احسان ہے
رحمان کو رحمان ہے، شیطان کو شیطان ہے

کلجگ نہیں، کرجگ ہے یہ، یاں دن کو دے اور رات لے
کیا خوب سودا نقد ہے! اس ہات دے اُس ہات لے

[1] یہ بند اس نسخے میں زیادہ ہے [2] کپٹ دھوکا دغا۔ کپٹ کے معنی منافقت کے بھی ہیں جو ایک اعلیٰ درجے کا دھوکا ہے۔ کپٹ دے یعنے منافقت کا برتاؤ کرے۔ وفاداری کے

(۱۰) یاں زہر دے تو زہر لے، شکّر میں شکّر دیکھ لے
موتی دیے موتی ملیں، پتھّر میں پتھّر دیکھ لے
نیکوں کو نیکی کا مزہ، مُوذی کو ٹکّر دیکھ لے
گر تجھکو یہ باور نہیں، تو تو بھی کر کر دیکھ لے

کلجُگ نہیں، کرجُگ ہے یہ، یاں دن کو دے اور رات لے
کیا خُوب سودا نقد ہے! اِس ہات دے اُس ہات لے

(۱۱) اپنے نفع کے واسطے مت اَور کا نُقصان کر
کھانا جو کھا تو دیکھ کر، پانی پیے تو چھان کر
تیرا بھی نُقصاں ہووے گا، اس بات اُوپر دھیان کر
یاں پانوں کو رکھ پھُونک کر، اور خوف سے گُذران کر

کلجُگ نہیں، کرجُگ ہے یہ، یاں دن کو دے اور رات لے
کیا خُوب سودا نقد ہے! اِس ہات دے اُس ہات لے

(۱۲) غفلت کی یہ جاگہ نہیں، یاں صاحبِ ادراک رہ
ہر حال میں تو بھی، نظیرؔ، اب ہر قدم کی خاک رہ
دل شاد رکھ دل شاد رہ، غمناک رکھ غمناک رہ
یہ وہ مکاں ہے، او میاں، یاں پاک رہ بےباک رہ

کلجُگ نہیں، کرجُگ ہے یہ، یاں دن کو دے اور رات لے
کیا خُوب سودا نقد ہے! اِس ہات دے اُس ہات لے

نظم نمبر ۱۰۳[۱]

دُنیا بھی کیا تماشا ہے!

(۱) یہ جتنا خلق میں اب جا بجا تماشا ہے
نہ جانو کم اسے، یارو، بڑا تماشا ہے
جو غور کی تو یہ سب ایک کا تماشا ہے
جدھر کو دیکھو اُدھر اک نیا تماشا ہے

غرض، میں کیا کہوں؟ دُنیا بھی کیا تماشا ہے!

(۲) مِرے یہ دیکھ تماشے نہیں ہیں ہوش بجا
جو ہو طلسمِ حقیقی وہ جاوے کب سمجھا؟
کسے بتاؤں میں سیدھا؟ کسے کہوں اُلٹا؟
عجب بہار کی اک سیر ہے! اہاہاہا!

غرض، میں کیا کہوں؟ دُنیا بھی کیا تماشا ہے!

[۱] اس کا عنوان تھا "دُنیائے دوں کے تماشے"۔ مگر میں نے نظیرؔ ہی کا فقرہ لے کر مذاقِ جدید کے موافق عنوان کر دیا۔ اس نظم کا مطلب غالباً کبیر داس کے اس قول سے اخذ کیا گیا ہے: "کبیر داس کی الٹی بانی ÷ برسے کمبل بھیگے پانی"۔ کبیر داس کی الٹیاں مشہور ہیں۔ اس نظم کے مناسب مضمون میر کا بھی ایک مطلع ہے: "ہوتا ہے یاں جہاں میں ہر روز و شب تماشا"

(۳) نہیں ہے زور جنھوں میں، وہ کشتی لڑتے ہیں　　جو زور والے ہیں، وہ آپ سے بچھڑتے ہیں
چھپٹ کے اندھے بھی پیروں کے تئیں پکڑتے ہیں　　نکالے چھاتیاں کُبڑے اکڑتے پھرتے ہیں

غرض میں کیا کہوں؟ دُنیا بھی کیا تماشا ہے!

(۴) جنھوں کے پر ہیں، وہ پاؤں سے چلتے پھرتے ہیں　　جو بن پروں کے ہیں وہ پنکھے جھلتے[1] پھرتے ہیں
مثالِ روح کے لُنجے بھی چلتے پھرتے ہیں　　ہرن کی طرح سے لنگڑے اُچھلتے پھرتے ہیں

غرض میں کیا کہوں؟ دُنیا بھی کیا تماشا ہے!

(۵) بنا کے نیاریا زر کی دُکان بیٹھا ہے　　جو ہندی وال تھا، وہ خاک چھان بیٹھا ہے
جو چور تھا، سو وہ ہو پاسبان بیٹھا ہے　　زمین پھرتی ہے، اور آسمان بیٹھا ہے

غرض میں کیا کہوں؟ دُنیا بھی کیا تماشا ہے!

(۶) چکوریں گھستی ہیں اور گدھ گھگو بڑھتے ہیں　　پتنگے بوند ہیں، مچھر فلک پہ چڑھتے ہیں
کتابیں کھول چغد بیٹھے سایہ کرتے ہیں　　نماز بلبلیں، طوطے قرآن پڑھتے ہیں

غرض، میں کیا کہوں؟ دُنیا بھی کیا تماشا ہے!

(۷) عراقی پھوس، ٹھٹیرے کھڑے چباتے ہیں　　گدھے پلاؤ کے تئیں لات مار جاتے ہیں
جو شیر ہیں، اُنھیں گیدڑ کھڑے چڑاتے ہیں　　پڑھن[2] تو ناچے ہیں، مینڈک ملار گاتے ہیں

غرض میں کیا کہوں؟ دُنیا بھی کیا تماشا ہے!

(۸) بطوں کی لمبی دُمیں، مور سب لنڈورے ہیں　　سفید کوّے ہیں، بیلوں کے رنگ بھورے ہیں
جو سادھ سنت ہیں پورے، سو وہ ادھورے ہیں　　کپٹ کی ندی پہ بگلے بھگت کے پورے ہیں

غرض میں کیا کہوں؟ دُنیا بھی کیا تماشا ہے!

(۹) زباں ہے جس کی، اشارت سے وہ بچارے ہے　　جو گونگا ہے، وہ کھڑا فارسی بگھارے ہے

[1] چھلنا دھوکا دینا۔ فریب دینا مطلب مصرع کا یہ ہے کہ لنجے چھلاوا ہو رہے ہیں۔ ابھی یہاں ہیں ابھی وہاں ابھی مخفی ہیں ابھی عیاں۔

[2] پڑھن مچھلی کی ایک قسم۔

کُلاہ ہنس کی کوّا اکھڑ اُتارے ہے
اُچھل کے مینڈک ہاتھی کے لات مارے ہے
غرض، میں کیا کہوں؟ دُنیا بھی کیا تماشا ہے!

(۱۰)
جو ہیں نجیب نسب کے وہ بندے چیلے ہیں
کمینے اپنی بڑی ذات کے نوسیلے ہیں
جو باز شکرے ہیں پا پڑ کھڑے وہ بیلے ہیں
لکھڑ تو مر گئے، اُلّو شکار کھیلے ہیں
غرض، میں کیا کہوں؟ دُنیا بھی کیا تماشا ہے!

(۱۱)
چمن ہیں خُشک، بنوں بیچ آب جاری ہے
خراب پھول ہیں، کانٹوں کی گلعذاری ہے
سیاہ گوش کو پِدڑی نے لات ماری ہے
دبکتے پھرتے ہیں چیتے، ہرن شکاری ہے
غرض، میں کیا کہوں؟ دُنیا بھی کیا تماشا ہے!

(۱۲)
جنھوں کی ڈاڑھی ہے، اُن کی تو بات واہی ہے
جو ڈاڑھی مُنڈے ہیں، اُن کی سند گواہی ہے
سیاہی روشنی، اور روشنی سیاہی ہے
اُجاڑ شہر ہیں، مُردوں کی بادشاہی ہے
غرض، میں کیا کہوں؟ دُنیا بھی کیا تماشا ہے!

(۱۳)
جنھوں میں عقل نہیں، وہ بڑے سیانے ہیں
جو عقل رکھتے ہیں، وہ باولے دوانے ہیں
زنانے شوق سے مردوں کے پہنے بانے ہیں
جو مرد ہیں، وہ بڑے ہیجڑے زنانے ہیں
غرض، میں کیا کہوں؟ دُنیا بھی کیا تماشا ہے!

(۱۴)
جنھوں کے کان نہیں، دُور کی وہ سُنتے ہیں
جو کان والے ہیں، بیٹھے وہ سر کو دُھنتے ہیں
برستے دھوئیں ہیں، اور ابر تنکے چُنتے ہیں
کباب بھُونتے ہیں اور کبابی بھُنتے ہیں
غرض، میں کیا کہوں؟ دُنیا بھی کیا تماشا ہے!

(۱۵)
چمگادڑ[۱] دِن کے تئیں رت جگا مناتی ہے
چھچھوندر اور بھی گھی کے دیے جلاتی ہے
جو چُہیا ڈھول بجاتی ہے، گھونس گاتی ہے
گلہری بیٹھی ہوئی گُلگلے پکاتی ہے
غرض، میں کیا کہوں؟ دُنیا بھی کیا تماشا ہے!

[۱] چمگادڑ وزن میں نہیں آتا۔ شاید چگدڑ باسقاطِ میم والف لکھا ہو لیکن وہ مسموع نہیں۔ بہر حال مصرع نقص سے خالی نہیں اسی واسطے اس بند کو بعض نسخوں سے خارج کر دیا ہے۔ لیکن نقصِ وزن کے سوا مضامین بہت خاصے ہیں۔ اس طرح کا نقص نظیر کے بعض اور کلام میں بھی ہے مطالب کے بیان کے شوق میں وہ بعض اوقات بالکل ضرورتِ وزن سے قطع نظر کر جاتا ہے ممکن ہے کہ بعض حرفوں کا دبا دینا اُس

(۱۶)
جو نوجواں ہے طوائف، وہ بوڑھی بھبلا[۵۱] ہے
جو بوڑھی پھوس ہے بارہ برس کی ابلا[۵۲] ہے
بجے ہیں چھاج پڑے چھلنیوں کا ڈھیلا ہے
نقارے پھٹ گئے مردنگ ہے نہ طبلا ہے

غرض، میں کیا کہوں؟ دُنیا بھی کیا تماشا ہے!

(۱۷)
پہن کے ریچھنی پوشاک جب دکھاتی ہے
گدھوں سے ہنستی ہے کتوں سے مسکراتی ہے
پری تو کوڑی کی مِسّی کو داغ کھاتی ہے
چڑیل پان کے بیڑے کھڑی چباتی ہے

غرض، میں کیا کہوں؟ دُنیا بھی کیا تماشا ہے!

(۱۸)
خبیث، دیو، پلید آ ہر اک سے لڑتے ہیں
جو آدمی ہیں وہ ان سب کے پاؤں پڑتے ہیں
بلائیں لپٹی ہیں، اور بھوت جن جھگڑتے ہیں
یہ قہر دیکھو کہ زندوں سے مُردے لڑتے ہیں

غرض، میں کیا کہوں؟ دُنیا بھی کیا تماشا ہے!

(۱۹)
گدھا لڑائی میں ہاتی کے تئیں لتاڑے ہے
شتر کے گھر کے تئیں لومڑی اُجاڑے ہے
ہُما کو بوم ہر اک وقت مارے، دھاڑے ہے
غضب ہے پودنا سارس کا پر اُکھاڑے ہے

غرض، میں کیا کہوں؟ دُنیا بھی کیا تماشا ہے!

(۲۰)
کھلے ہیں آک کے پھول اور گلاب جھڑتے ہیں
بنولے پکتے ہیں، انگور، آنب سڑتے ہیں
سخی، کریم پڑے ایڑیاں رگڑتے ہیں
بخیل موتیوں کو موسلوں سے چھڑتے[۵۳] ہیں

غرض، میں کیا کہوں؟ دُنیا بھی کیا تماشا ہے!

(۲۱)
شکر کے غم میں شکر خوری خاک اُڑاتی ہے
جلیبی پیڑوں اُپر مکھی بھن بھناتی ہے
اُڑیں ہیں مچھلیاں، مُرغی کھڑی نہاتی ہے
جنگل کی ریت میں مُرغابی غوطہ کھاتی ہے

غرض، میں کیا کہوں؟ دُنیا بھی کیا تماشا ہے!

(۲۲)
جو ٹھگ تھے اپنی وہ ٹھگ بدیا سے چھوٹے ہیں
مسافروں کے گلے پھانسی ڈال گھونٹے ہیں
اندھیری رات میں گھر چوٹوں کے پھوٹے ہیں
سبھوں کو دن کے تئیں ساہوکار لوٹے ہیں

۵۱ بھبلا بھبل کا مخفف ہے، بھبل موٹی جسیم عورت کو کہتے ہیں ۵۲ ابلا نازنین نازک اندام ۵۳ چھڑنا چھانٹ کر دھان سے چھلکا جدا کر لینا۔ چھانٹ کر دھان سے چاول نکالنا۔

غرض، میں کیا کہوں؟ دُنیا بھی کیا تماشا ہے!

(۲۳)[1]
تدرو روتے ہیں، اور زاغ کھلکھلاتے ہیں — خموش بلبلیں، اور جھینگے چہچہاتے ہیں
چڑے اٹاریاں، اور پدّے بنگلے چھاتے ہیں — بِلوں کو چھوڑ کے چوہے محل اُٹھاتے ہیں
غرض، میں کیا کہوں؟ دُنیا بھی کیا تماشا ہے!

(۲۴)
چرند جتنے ہیں پر جھاڑ جھاڑ اُڑتے ہیں — پرند گرتے ہیں، اور بوٹی جھاڑ اُڑتے ہیں
پڑیں ہیں بستیاں ویراں، اُجاڑ اُڑتے ہیں — اٹل ہو بیٹھے ہیں روڑے، پہاڑ اُڑتے ہیں
غرض، میں کیا کہوں؟ دُنیا بھی کیا تماشا ہے!

(۲۵)
سُلیماں بھوکے ہیں، چیونٹی کے پاس ڈھیری ہے — کلنگ، بزّے کی چڑیا نے راہ گھیری ہے
عجب اندھیرے اُجالے کی پھیرا پھیری ہے — گھڑی میں چاندنی ہے، اور گھڑی اندھیری ہے
(ن: اندھیری، ن: چاندنی)
غرض، میں کیا کہوں؟ دُنیا بھی کیا تماشا ہے!

(۲۶)
عزیز تھے، سو ہوئے چشم میں سبھوں کی حقیر — حقیر تھے، سو ہوئے سب میں صاحبِ توقیر
عجب طرح کی ہوائیں ہیں، اور عجب تاثیر — اچنبھے خلق کے کیا کیا بیاں کروں میں؟ نظیر
(ن: اچنبے)
غرض، میں کیا کہوں؟ دُنیا بھی کیا تماشا ہے!

نظم نمبر ۱۴

دم کا تماشا

دُنیا میں سب دم کا تماشا ہے

(۱)
جہاں میں جب تلک، یارو، ہمارے جسم میں دم ہے — کبھی ہنسنا، کبھی رونا، کبھی شادی، کبھی غم ہے
کہیں کس کس سے کیا کیا ایک دم کے ساتھ عالم ہے — مگر جو صاحبِ دم ہے وہ اِس نکتے سے محرم ہے
جو آیا دم تو آدم ہے، اِسی آدم کا آدم ہے
نہ آیا دم تو پھر دم میں نہ آدم ہے، نہ جا دم ہے

[1] متداول نسخوں میں اس نظم کے صرف بارہ بند ہیں۔ غرض چودہ بند یہاں زیادہ ہیں۔

(۲)
مشقت، محنتوں سے جمع کرنا دام درہم کا
کبھی سامان عشرت کا، کبھی اسباب ماتم کا
تعلق رنج راحت کا، تفکر بیش اور کم کا
کہوں کیا کیا؟ غرض، یارو، یہ جھگڑا ہی سب ابن دم کا

جو آیا دم تو آدم ہی، اِسی آدم کا آدم ہے
نہ آیا دم تو پھر دم میں نہ آدم ہی، نہ جا دم ہی

(۳)
اِسی دم کے کہوں میں سیم اور زر میں پھیرے ہیں
جلیبی، اِمرتی، برفی، گلابی، لڈو، پیڑے ہیں
اِسی کے واسطے عطر اور گلابوں کے تریڑے ہیں
غرض میں کیا کہوں؟ یارو، یہ سب دم کے بکھیڑے ہیں

جو آیا دم تو آدم ہی، اسی آدم کا آدم ہے
نہ آیا دم تو پھر دم میں نہ آدم ہی، نہ جا دم ہی

(۴)
اِسی دم کے لیے کیا محل یہ سنگیں تراشے ہیں
بہار و باغ و صحرا، صیدا ور شکرے و باشے ہیں
اِسی کے واسطے زر سیم کے تولے و ماشے ہیں
فقط دم کے ہی آنے کے یہ سب یارو تماشے ہیں

جو آیا دم تو آدم ہی، اسی آدم کا آدم ہے
نہ آیا دم تو پھر دم میں نہ آدم ہی، نہ جا دم ہی

(۵)
اِسی دم کی ہیں پوشاکیں یہ رنگیں عطر میں ڈوبی
گدائی، بادشاہی، عاشقی، رندی، و محبوبی
اسی کے واسطے ہی سب طرحداری و مرغوبی
اسی دم کے ہی آنے کی ہی، ای یارو، یہ سب خوبی

جو آیا دم تو آدم ہی، اسی آدم کا آدم ہے
نہ آیا دم تو پھر دم میں نہ آدم ہی، نہ جا دم ہی

(۶)
اسی دم کے لیے افیون، شراب و پوست بنگیں ہیں
محبت، دوستی، اخلاص، اُلفت، صُلح جنگیں ہیں
نشے، مستی، ترانے، عیش و عشرت کی ترنگیں ہیں
اسی دم کے ہی آنے کی یہ سب یارو اُمنگیں ہیں

جو آیا دم تو آدم ہی، اسی آدم کا آدم ہے
نہ آیا دم تو پھر دم میں نہ آدم ہی، نہ جا دم ہی

(۷)
یہی دم ہاتی، گھوڑے، پالکی، ہودج پہ چڑھتا ہی
یہی دم بیکسی میں ننگے پاؤں سے رکھدڑتا ہی

کوئی مفلس ہو گھٹتا ہے، کوئی عمدہ ہو بڑھتا ہے
جو کچھ ہے اونچ نیچ، اے یارو سب یہ دم ہی گڑھتا ہے

جو آیا دم تو آدم ہے، اسی آدم کا آدم ہے
نہ آیا دم تو پھر دم میں نہ آدم ہے، نہ جا دم ہے

(۸) اسی دم کے لیے یہ سب بنے ہیں سکھ زمانے کے
جہاں تک شادی و غم ہیں جہاں کے کارخانے کے
مزے عیش و طرب کے، اور تحمل دکھ اٹھانے کے
یہ سب دکھ سکھ ہیں، اے یارو، اسی اک دم کے آنے کے

جو آیا دم تو آدم ہے، اسی آدم کا آدم ہے
نہ آیا دم تو پھر دم میں نہ آدم ہے، نہ جا دم ہے

(۹) اسی دم کے لیے بدلی میں بگلوں کی قطاریں ہیں
چمن، گلزار، بوٹا، پھول، پھل، اور آبشاریں ہیں
اسی کے واسطے ابر و ہوا اور مینہ کی دھاریں ہیں
نظیرؔ اب کیا کہے؟ یارو، یہ سب دم کی بہاریں ہیں

جو آیا دم تو آدم ہے، اسی آدم کا آدم ہے
نہ آیا دم تو پھر دم میں نہ آدم ہے، نہ جا دم ہے

نظم نمبر ۱۰۵

عاشقوں کی سبزی

(۱) جتنے ہیں اب جہاں میں سبزی کے عشق والے
پیتے ہیں سبز، ٹکڑے کھاتے ہیں تر نوالے
دل شاد، سرخ آنکھیں، سرسبز، منھ اجالے[1]
کیا دیکھتا ہے بیٹھا؟ او وہ یار، حسن والے

پی عاشقوں میں آ کر، دو بنگ کے پیالے
جو ایک دم میں تیرا گھر گھومے، چھپر ہالے

(۲) معجون سے بہتر
غیروں کی تو نے اکثر معجون تو ہے کھائی
گر دیکھنی ہے تجھ کو کچھ عیش کی چڑھائی
سرخی ذرا بھی تیری آنکھوں تلک نہ آئی
اچھلیں وہ دال، پا کھٹے، اور پھاندیں چار پائی — پسادین

پی عاشقوں میں آ کر، دو بنگ کے پیالے

[1] منہ اجالے۔ نشے سے چہرے پر دمک آجاتی ہے اسی کی طرف اشارہ ہے۔

جو ایک دم میں تیرا گھر گھومے، چھپر ہالے

(۳) پوست سے بہتر

گھولے ہے پوست[۱] تیری خاطر رقیب جھڑوا[۲]
دیکھے گا جب تو لے گا تیرا اُتار کھڑوا[۳]
اب پوستی کرے گا تجکو وہ چور بھڑوا
گر سیر دیکھنی ہے تو کر کے دل کو گڑوا[۴]

پی عاشقوں میں آکر، دو بنگ کے پیالے
جو ایک دم میں تیرا گھر گھومے، چھپر ہالے

(۴) افیون سے بہتر

کھا کر افیم، ظالم مت ہو جیو افیمی
کیوں بھنبھنا[۵] بنا ہے؟ اے گل عذار سیمی
تن سوکھ کر کھجاوے، آواز ہوگی دھیمی
عاشق تو اب اسی کے مَن مست ہیں قدیمی

پی عاشقوں میں آکر، دو بنگ کے پیالے
جو ایک دم میں تیرا گھر گھومے، چھپر ہالے

(۵) تاڑی سیندھی بوزے، شراب سب سے بہتر

تاڑی[۷]، وسیندھی[۶]، بوزہ[۸]، ظالم، اگر پیے گا
پی کر شراب ناحق کیچڑ میں گر پڑے گا
پھولے گا پیٹ تیرا، یا بیٹھ قے کرے گا
اور یہ نشہ تو کوٹھے چھجے پہ لے اُڑے گا

پی عاشقوں میں آکر، دو بنگ کے پیالے
جو ایک دم میں تیرا گھر گھومے، چھپر ہالے

(۶) گانجے چرس سے بہتر

گانجا پیے سے ہوگا تیرا شعور تِترا[۹]
چاہے اگر اُڑانا عشرت کا بار مجرا
اور چرس کے پیے سے تجکو لگے گا کھترا
تو پھن ہار بدھی، اور سر پہ رکھ کے طرّا

[حاشیہ: گڑوا — کوٹھا پھاند جاتی — کیوں جھنجھنا کے بولا کی گھنگھنائی؟]

[۱] پوست افیم - پوستی - افیمی [۲] جھڑوا یعنے صاف کر کے [۳] کھڑوا ایک زیور جو کلائی پر پہنا جاتا ہے [۴] گڑوا ایک قسم کا پانی رکھنے کا گھڑا - ایک قسم کا گلدان جو گویے اور کنچنیاں بسنت پنچمی کی تقریب میں امیر ہندوؤں کے ہاں پیش کرتی ہیں اور کچھ بطور انعام و بخشش پاتی ہیں [۵] بھنبھنا ناک سے بولنے والا - غنغنا کر بولنے والا - وہ شخص جس کی آواز میں غنغناں ہو وہ شخص جس کی آواز کو غنّہ لازم ہو [۶] جھنجھنانا بفتح جیم و طے اندو درج بالضم ایک کھلونے کا نام جس سے آواز جھن جھن کی آتی ہے [۷] سیندھی کھجور کی تاڑی [۸] بوزہ ایک قسم کی جو اور چانول وغیرہ کی شراب جسے انگریزی میں بیر کہتے ہیں [۹] تِترا (فوج یا کسی جماعت کا) منتشر ہو جانا - تتربتر ہو جانا یعنی قیدیوں کا محبس سے آزاد ہو جانا - شعور تِترا ہو گا یعنے تتربتر ہو جائے گا - منتشر ہو جائے گا - کافور ہو جائے گا باقی نہ رہے گا۔

پی عاشقوں میں آکر، دو بنگ کے پیالے
جو ایک دم میں تیرا گھر گھومے، چھیر ہا لے

(۷)
ہیں اس نشے میں ظالم سو رنگ کے دھڑ لے[1]
گردِ یکھنے ہیں تجکو کچھ عیش کے جھڑ اکے
کونڈی کی ڈگمگاہٹ، سونٹے[2] کے سو کھڑا کے
تو جھاڑ اپنے پنجے، اور سر کو جھڑ جھڑا[3] کے

پی عاشقوں میں آکر، دو بنگ کے پیالے
جو ایک دم میں تیرا گھر گھومے، چھیر ہا لے

(۸)
سبزی کا وہ نشہ ہے، اُڑ غم کی دُھول جاوے
آنکھوں کے آگے آکر سرسوں سی پھول جاوے
تیار تن بدن ہو، اور دل بھی پھول جاوے
عشرت کی لہریں آویں، دکھ درد بھول جاوے

پی عاشقوں میں آکر، دو بنگ کے پیالے
جو ایک دم میں تیرا گھر گھومے، چھیر ہا لے

(۹)
پیسا ہو پاس، یارو، یا مفلسی سہیں گے
کونڈی کے اس طرف کو یا اس طرف رہیں گے
پر سبزیوں کے یاں تو دریا وہی بہیں گے
اب تو نظیر، پیارے، ہر دم یہی کہیں گے

پی عاشقوں میں آکر، دو بنگ کے پیالے
جو ایک دم میں تیرا گھر گھومے، چھیر ہا لے

نظم نمبر ۱۰۶

اسرارِ قدرت

(۱)
جہاں میں کیا کیا خرد کے اپنی ہر اک بجاتا ہے شادیانے
کوئی حکیم، اور کوئی مہندس، کوئی ہو پنڈت کتھا کہانے

[1] دھڑاکے دُھوئیں۔ اصل میں دھڑاکا زور کی آواز کو کہتے ہیں جو دور سے کان میں آئے جیسے بندوق کی آواز توپ کی آواز بم کے گولے کی آواز اور چوں کہ دُھوم کی تقریبات میں اس قسم کی آوازیں اکثر سنائی دیتی ہیں لہذا دھڑاکے کے معنی دُھوم کے ہوگئے۔ دُھوم کے ساتھ حف بولتے ہیں تو دھڑ کا بسقوطِ الف و تشدید کاف کہتے ہیں۔ [2] جھڑاکا بوچھار۔ سخت جھڑی زور جھڑی [3] جھڑ جھڑانا زور سے جنبش دینی۔ و۔ سے جھاڑنا۔ کان پھٹ پھٹانا۔

کوئی ہے عاقل، کوئی ہے فاضل، کوئی نجومی لگا کہانے
جو چاہو کوئی یہ بھید کھولے، یہ سب ہیں حیلے، یہ سب بہانے

پڑے بھٹکتے ہیں لاکھوں دانا، کروڑوں پنڈت، ہزاروں سیانے
جو خوب دیکھا تو یار، آخر خدا کی باتیں خدا ہی جانے

(۲) ہوا کے اوپر یہ آسماں کا بچھا با خیمہ جو تن رہا ہے
نہ اس کی میخیں نہ ہیں طنابیں، نہ اس کی چوبیں، ادھر ادھر ہے
ادھر ہے چاند اور ادھر ہے سورج، ادھر ستارہ ادھر ہوا ہے
کسی کو مطلق خبر نہیں ہے کہ کب بنا ہے اور کاہے کا ہے

پڑے بھٹکتے ہیں لاکھوں دانا، کروڑوں پنڈت، ہزاروں سیانے
جو خوب دیکھا تو یار، آخر خدا کی باتیں خدا ہی جانے

(۳) فلک تو کہنے کو دور ہے گا، زمیں کا اب جو یہ بستر ا ہے
کھڑے ہیں لاکھوں پہاڑ جس پر، فلک سے سر جن کا جا لگا ہے
ہزاروں حکمت کا اک بچھونا یہ پانی اوپر جو بچھ رہا ہے
بہت حکیموں نے خاک چھانی، کوئی نہ سمجھا یہ بھید کیا ہے

پڑے بھٹکتے ہیں لاکھوں دانا، کروڑوں پنڈت، ہزاروں سیانے
جو خوب دیکھا تو یار، آخر خدا کی باتیں خدا ہی جانے

(۴) زمیں سے لے کر جو آسماں تک بھری ہے لاکھوں طرح کی خلقت
کہیں ہے ہاتھی، کہیں ہے چیونٹی، کہیں ہے رائی، کہیں ہے پربت
یہ جتنے جلوے دکھا رہی ہے خدا کی صنعت، خدا کی حکمت
جو چاہے کھولے یہ بھید اس کے، کسی کو اتنی نہیں ہے قدرت

پڑے بھٹکتے ہیں لاکھوں دانا، کروڑوں پنڈت، ہزاروں سیانے
جو خوب دیکھا تو یار، آخر خدا کی باتیں خدا ہی جانے

(۵) کوئی[۱] جو پوچھے کسی سے جا کر "یہ ملک کیا ہے اور کب بنا ہے؟"
جو جانتا ہو تو کچھ بتا دے، نجانے سو کیا کہے کہ کیا ہے
ارسطو، لقمان اور فلاطوں ہر ایک سر کو ٹپک گیا ہے
یہ وہ طلسمات ہے کہ جس کی نہ ابتدا ہے، نہ انتہا ہے۔

پڑے بھٹکتے ہیں لاکھوں دانا، کروڑوں پنڈت، ہزاروں سیانے
جو خوب دیکھا تو یار، آخر خدا کی باتیں خدا ہی جانے

(۶) کوئی ہے ہنستا، کوئی ہے روتا، کہیں ہے شادی، غمی کہیں ہے
کہیں ترقی، کہیں تنزل، کہیں گماں اور کہیں یقیں ہے

[۱] یہ بند اس نسخے میں زیادہ ہے۔

کوئی گھٹتا زمیں کے اُوپر، کوئی خوشی سے فلک نشیں ہے
یہ بھید اپنا وہ آپ جانے کسی کو ہرگز خبر نہیں ہے

پڑے بھٹکتے ہیں لاکھوں دانا کروڑوں پنڈت، ہزاروں سیانے
جو خوب دیکھا تو یار آخر خُدا کی باتیں خدا ہی جانے

(۷) چوسر

عجب طرح کی یہ رنگین چوپڑ غرض بچھائی ہے اب خدا نے
جو پانسا پھینکے بنا بنا کر اور داؤں کتنے ہی دل میں ٹھانے
کوئی ہے مشکل کسی کا جگ ہے بھرے ہیں نردیں بھی خانے خانے
جو چاہتا ہو اٹھارہ آویں، تو اُس کو پڑتے ہیں تین کانے

پڑے بھٹکتے ہیں لاکھوں دانا کروڑوں پنڈت ہزاروں سیانے
جو خوب دیکھا تو یار آخر خُدا کی باتیں خُدا ہی جانے

(۸) شطرنج

عجب یہ شطرنج کا سا نقشہ بچھا ہے دن اور رات اسجا
ہزاروں منصوبے باندھے دل میں بنا دے چالوں کی گھات اسجا
جو مات چاہے کرے کسی کو نہ آوے بر داس کو ہات اسجا
نہیں ہے اک چار چوک قائم سبھوں کی بازی ہے مات اسجا

پڑے بھٹکتے ہیں لاکھوں دانا کروڑوں پنڈت، ہزاروں سیانے
جو خوب دیکھا تو یار آخر خدا کی باتیں خدا ہی جانے

(۹) گنجفہ

عجب طرح کے ورق بنے ہیں، کوئی مکدر کوئی صفا ہے
کوئی امیر اور کوئی وزیر ہے، کوئی فقیری میں دل خفا ہے
کسی کے سر پر ہے تاج شاہی، کسی پہ شمشیر پر جفا ہے
سبھوں کو اسجا خلال آیا یہ حق کی قدرت کا گنجفا ہے

پڑے بھٹکتے ہیں لاکھوں دانا کروڑوں پنڈت، ہزاروں سیانے
جو خوب دیکھا تو یار آخر خدا کی باتیں خدا ہی جانے

(۱۰)

یہ کون جانے کہ کل کیا کیا، اور آج مالک وہ کیا کرے گا
کسی کے گھر کون ہووے پیدا، کسی کے گھر کو نسا مریگا
کسے بگاڑے، کسے سنوارے، کسے لنڈھاوے کسی بھریگا
کسی کو ہرگز خبر نہیں ہے کہ کیا کیا ہے اور کیا کرے گا

پڑے بھٹکتے ہیں لاکھوں دانا کروڑوں پنڈت ہزاروں سیانے
جو خوب دیکھا تو یار آخر خدا کی باتیں خدا ہی جانے

(۱۱)

عجب طرح کا یہ جال ہوگا، کمند جیسے دیا کمندا
سبھوں کی گردن پھنسی ہے اس میں کسی کا ٹوٹا نہ ایک پھندا
یہ چھوٹے چیونٹی چھوٹے ہاتھی کوئی وحشی کوئی پرندا
نظیر اتنی مجال کس کی؟ کہاں خدا اور کہاں ہے بندا

پڑتے بھٹکتے ہیں لاکھوں دانا کروڑوں پنڈت ہزاروں سیانے
جو خوب دیکھا تو یار آخر خدا کی باتیں خدا ہی جانے

نظم نمبر ۱۰۷

توکل[۱]

خدا ہی سے مانگو جو مانگو

(۱)
اے دل کہیں تو جا کے نہ اپنی زباں ہلائے — اور دردِ دل کا اپنے کسی کو تو مت سنائے
مانگ اس سے جس کے ہاتھ سے تو پیٹ بھر کے کھائے — مشہور یہ مثل ہے کہوں کیا میں تجھ سے ہائے!

غیر از خدا کے کس میں ہے قدرت جو ہاتھ اٹھائے؟
مقدور کیا کسی کا؟ وہی دے، وہی دلائے

(۲)
قادر، قدیر، خالق و حاکم، حکیم ہے — مالک، ملیک، حیّ، توانا، قدیم ہے
دونوں جہاں میں ذات اسی کی کریم ہے — یعنے اسی کا نام غفور رحیم ہے

غیر از خدا کے کس میں ہے قدرت جو ہاتھ اٹھائے؟
مقدور کیا کسی کا؟ وہی دے، وہی دلائے

(۳)
شانۂ ذو الجلال، خداوندِ کردگار — رزّاق، کارساز، مددگار، دوست دار
انسان، جن و دیو و پری، فیل و مور و مار — جاری اسی کے ہاتھ سے ہیں سب کے کاروبار

غیر از خدا کے کس میں ہے قدرت جو ہاتھ اٹھائے؟
مقدور کیا کسی کا؟ وہی دے، وہی دلائے

(۴)
کہنے کے تئیں اگرچہ وہ اب بے نیاز ہے — پر سب نیازمندوں کا اس پر ہی ناز ہے
جتنے ہیں بندے سب کا وہ بندہ نواز ہے — جتنی ہے خلق سب کا وہی کارساز ہے

[۱] اس نظم کا قدیم عنوان یہ ہے "خدائے زمین و آسماں کے انعام" دوسرا عنوان یہ بھی ہو سکتا ہے "معطیِ حقیقی خدا ہے"۔ لیکن پوری نظم سے جو تعلیم نکلتی ہے وہ توکل کی ہے۔ لہٰذا دونوں پر توکل کو ترجیح دی گئی۔

غیر از خُدا کے کس میں ہے قُدرت جو ہاتھ اُٹھائے؟
مقدور کیا کسی کا؟ وُہی دے، وُہی دلائے

(۵)
اہل جہاں ہیں جتنے، تو اِن سب کا چھوڑ ہاتھ
دو ہاتھ والے جتنے ہیں ان سب سے موڑ ہاتھ
نے پاؤں پڑ کسی کے تو نا ہی دل نہ جوڑ ہاتھ
اُس سے ہی مانگ جس کے ہیں اب سو کروڑ ہاتھ

غیر از خُدا کے کس میں ہے قُدرت جو ہاتھ اُٹھائے؟
مقدور کیا کسی کا؟ وُہی دے، وُہی دلائے

(۶)
اُس کے سوا کسی کے کنے گر تو جائے گا
شرمندہ ہو کے یوں ہی تو خالی پھر آئے گا
اس آبرو کو اپنی تو ناحق گنوائے گا
بن حکم اُس کے یار، تو اک جَو نہ پائے گا

غیر از خُدا کے کس میں ہے قُدرت جو ہاتھ اُٹھائے؟
مقدور کیا کسی کا؟ وُہی دے، وُہی دلائے

(۷)
زر، سیم، لعل، دُر کو تو بارے اُسی سے مانگ
پیسا بھی مانگنا ہے تو جا رے! اُسی سے مانگ
صندوق، مال، دَھن کے پٹارے اُسی سے مانگ
کوڑی بھی مانگنی ہے تو پیارے! اُسی سے مانگ

غیر از خُدا کے کس میں ہے قُدرت جو ہاتھ اُٹھائے؟
مقدور کیا کسی کا؟ وُہی دے، وُہی دلائے

(۸)
نعمت[ل۵] مٹھائی، شیر، شکر، ناں اُسی سے مانگ
کمخاب، تاش، گاڑھا، گزی ہاں اُسی سے مانگ
کوڑی کی ہلدی، مرچ بھی ہر آن اُسی سے مانگ
جو تجھ کو چاہیے سو مِری جاں! اُسی سے مانگ

غیر از خُدا کے کس میں ہے قُدرت جو ہاتھ اُٹھائے؟
مقدور کیا کسی کا؟ وُہی دے، وُہی دلائے

(۹)
گر وہ دلایا چاہے تو دُشمن سے لا دلائے
بن حُکم اُس کے روٹی کا ٹکڑا نہ ہاتھ آئے
اور جو نہ دے، تو دوست بھی پھر اپنا مُنھ چھپائے
گر چُلّو پانی مانگو تو ہرگز نہ کوئی پلائے

ل۵ یہ بند ا ر میں زیادہ ہے۔

غیر از خدا کے کس میں ہے قدرت جو ہاتھ اُٹھائے؟
مقدور کیا کسی کا؟ وُہی دے، وُہی دلائے +

(۱۰)
زردار جس کو سمجھا ہے تو سیٹھ، ساہوکار
ہرگز کسی کے سامنے مت ہاتھ کو پسار
یہ سب اُسی سے مانگیں ہیں دن رات بار بار
پُوری تری اُسی کے دیے سے پڑے گی بار
غیر از خدا کے کس میں ہے قدرت جو ہاتھ اُٹھائے؟
مقدور کیا کسی کا؟ وُہی دے، وُہی دلائے

(۱۱)
زردار، مال دار کے مت پھر تو آس پاس
ماں، باپ، یار، دوستِ جگر سب سے ہو نراس
مُحتاجگی سے آپ وہ بیٹھا ہے جی اُداس
ہر دم اُسی کریم کی رکھ دل میں اپنے آس
غیر از خدا کے کس میں ہے قدرت جو ہاتھ اُٹھائے؟
مقدور کیا کسی کا؟ وُہی دے، وُہی دلائے

(۱۲)
عُمدہ ہیں جتنے خلق میں کیا شاہ، کیا وزیر
کیا گنج و ملک و مال و مکاں تاج کیا سریر
اللہ ہی ہے غنی، میاں، اور ہیں یہ سب فقیر[1]
جو مانگنا ہے اُس سے ہی مانگو میاں نظیرؔ
غیر از خدا کے کس میں ہے قدرت جو ہاتھ اُٹھائے؟
مقدور کیا کسی کا؟ وُہی دے، وُہی دلائے

ف محتاج ہوئے
ف اُداس
ت [illegible]

نظم نمبر ۱۰۸
تلاشِ مطلوبِ حقیقی
جوگی کا سچا رُوپ

(۱)
میاں، میں کیا کہوں احوال کی اپنے پریشانی؟
یکایک آ پڑی اُس دم مرے دل پر یہ حیرانی
لگا ڈھلنے مری آنکھوں سے اک دن خونِ دل پانی
کہ جس کی ہو رہی ہے یہ جو ہر اک جا ثنا خوانی
کسی صورت سے اُس کو دیکھیے، کیسا ہے وہ جانی

[1] اشارہ ہے اس آیت کی طرف اللہ غنی و انتم الفقراء۔

(۲)
چڑھا اس فکر کا دریا، بھر اس جوش میں آکر
قرار و ہوش و عقل و صبر و دانش بہ گئے یکسر
کہ اک اک لہر اُس کی سے نے اُڑایا لا ہوا اوپر
اکیلا رہ گیا عاجز، غریب و بیکس و بے پر
لگا رونے کہ اس مشکل کی ہو اب کیسے آسانی؟

(۳)
یہ صورت تھی، اسی میں دل میں دھن اک اُڑلا ڈالی
بُنا مُندرے گلے میں ڈال، سیلی بر ملا ڈالی
منگا تھوڑا سا گیرو، اور وہیں کفنی رنگا ڈالی
لگا مُنھ پر بھبوت، اور شکل جوگی کی بنا ڈالی
ہوا اودھوت[۱] جوگی، جوگیوں میں آپ گر گیانی

(۴)
پھر اس سامان میں، یارو، یکایک کچھ جو جوش آیا
اُٹھا کر پھاوڑی[۲]، اور دھیان میں تکیہ[۲] پھر امن کا
ٹپارے درد کے تھے سو تو کاندھے پر لیے لٹکا
لیا سیندور اور ماتھے پہ کھینچا اس قدر قشقا
کہ جس کے نور سے جلنے لگی جوں شمع پیشانی

(۵)
اُٹھائی چاہ کی جھولی، پیالا چشم کا کھپر[۳]
منڈا سا گیروا باندھا، رکھا ترسول کاندھے پر
بنا کر عشق کا کنٹھا، طلب کا سر پہ رکھ چکر
لگا جوگی ہو پھرنے، ڈھونڈھتا اُس یار کو گھر گھر
دکاں، بازار و کوچہ ڈھونڈھنے کی دل میں پھر ٹھانی

(۶)
یہ سادھا جوگ میں نے پھر کہو کیسا ہوا جوگی
کہوں کیا، واہ وا! اس وقت میں کیسا ہوا جوگی
کوئی دنیا میں کا ہے کو، غرض ایسا ہوا جوگی
محبّت میں سراسر ڈوب کر ایسا ہوا جوگی
کہ میری شکل بھی ہرگز کسی نے پھر نہ پہچانی

(۷)
لگی تھی دل میں اک آتش، دھواں اٹھتا تھا آہوں کا
طلب تھی یار کی، اور گرم تھا بازار باتوں کا
تماشے کے لیے حلقہ بندھا تھا ساتھ لوگوں کا
نہ کچھ سر کی خبر تھی، اور نہ تھا کچھ ہوش پاؤں کا
نہ کچھ بھوجن کا اندیشہ، نہ کچھ فکرِ امل[۴] پانی

جیبانش

اودُرین

---

۱ اودھوت (یا آبدھوت) ہندو فقیروں کا ایک گروہ جو واجب الوجود کے سوا دوسرے کو نہیں مانتا اور نہ کسی قاعدے پر خدا کی پرستش ہی کرتا ہے ۲ پھاوڑی بیساکھی۔ بیراگن۔ ظفر تکیہ۔ جوگیوں کی لاٹھی ۳ کھپر مٹی کا پیالہ جوگیوں کے استعمال کا ۴ امل پانی کرنا بھنگ پینا (شراب کے علاوہ سب نشوں کی نسبت بولتے ہیں)۔
امل شراب کے علاوہ ہر قسم کا نشہ۔

(۸) تو پھر اس جوگ کا ٹھہرا عجب کچھ آن کر نقشا — جو آیا سامنے میرے تو کہنا اُس سے: "سنتا جا
کہو پیارے، ہمارے یار کو تم نے کہیں دیکھا؟" — جو کچھ مطلب کی وہ بولا تو اُس سے اَور کچھ پوچھا
وگر یوں ہیں لگا کہنے تو پھر دینا انا کانی[1]

(۹) کبھی مالا سے کہتا تھا لگا کر چپ سے: "اے مالا! — ہوا ہوں جب سے بن جوگی، تو ہی اُس یار کو بتلا"
کبھی گھبرا کے ہنستا تھا، کبھی لے سانس رونا تھا — لبوں سے آہ، آنکھوں سے بہا پڑتا تھا دریا سا
عجب جنجال میں جگر کے ڈالے ہی پریشانی (تھی)

(۱۰) کوئی کہتا تھا: "باباجی، اِدھر آؤ، اِدھر بیٹھو — پڑے پھرتے ہو ایسے رات دن، ٹک بیٹھ کو سستاؤ
جو کچھ درکار ہو میوہ مٹھائی، حکم فرماؤ" — نہ کہنا اُس سے: "لے آؤ" نہ کہنا اس سے: "مت لاؤ"
خبر ہرگز نہ تھی کچھ اس گھڑی اپنی نہ بیگانی

(۱۱) بڑی دبدھا میں تھا اس دم کہاں جاؤں؟ کہاں دیکھوں؟ — کسے دیکھوں؟ کسے پوچھوں؟ کدھر جاؤں کہاں ڈھونڈھوں؟
کروں تدبیر کیا؟ جس سے میں اُس دلدار کو پاؤں — نشاں ہرگز نہ ملتا تھا، پڑا پھرتا تھا جوں مجنوں
عجب دریائے حیرت کی ہوئی تھی آ کے طغیانی

(۱۲) مسجد
اُسی کو ڈھونڈھتا، پھرتا ہوا مسجد میں جا پہنچا — جو دیکھا واں بھی ہر روزے نمازوں کا ہی اک چرچا
کوئی جُبّے میں اٹکا ہے، کوئی ڈاڑھی میں ہے اُلجھا — تسلی کچھ نہ پائی جب تو آخر واں سے گھبرایا
چلا روتا ہوا باہر باحال پریشانی

(۱۳) مدرسہ
یہی دل میں کہا: "ٹک مدرسے کو جھانکیے چل کر — بھلا شاید اُسی میں ہو، نظر آجائے وہ دلبر"
گیا جب واں، تو دیکھی واہ وا! کچھ واں بھی بدتر — کتابیں کھل رہی ہیں، مچ رہی ہے شور و غل یکسر
ہر اک مسئلے پہ فاضل کر رہے ہیں بحث نفسانی

(۱۴) دیر
چلا جب واں سے گھبرا کر تو پھر یہ آ گئی جی میں — کہ یہ جاگہ تو دیکھی، اب چلو ٹک دیر بھی دیکھیں
گیا جب واں، تو دیکھا مورتیں اور گھنٹوں کی جھنکاریں — پکارا جب تو رو کر: "آہ! کس پتھر سے سر ماریں؟"

[1] انا کانی دینا: طرح دینا۔ ٹالنا۔ سنی ان سنی کرنا۔ اغماض کرنا۔ کان میں بول مارنا۔ شنیدہ ناشنیدہ کرنا۔ درگزر کرنا۔

کہیں ملتا نہیں وہ شوخ کافرِ دُشمن جانی

(۱۵) تیرتھ

کہا دل نے کہ اب ٹک تیرتھوں کی سیر بھی کیجے
بہت تیرتھ منائیے، اور کیے درشن بھی بہتیرے
بھلا، وہ دل رُبا شاید اسی جاگہ پہ مل جاوے
تسلّی کچھ نہ پائی، تب تو ہو لاچار پھر واں سے
محبّت چھوڑ کر بستی کی، لی راہ بیابانی

(۱۶)

گیا جب دشت و صحرا میں تو رویا "آہ! کیا کریے
کدھر کو جائیے اُور کس کے اوپر آسرا دھریے؟
کہاں تک ہجر میں اُس شوخ کے رو رو کے دن بھریے
یہی بہتر ہے اب تو ڈوبیے یا زہر کھا مریے
بھلا جی جان سے کے جانے میں شاید آ ملے جانی"

(۱۷)

رہا کتنے دنوں روتا، پھرا ہر دشت میں نالاں
پہاڑوں سے بھی سر ٹپکا، پھرا شہروں میں ہو گریاں
غریب و بیکس و تنہا، مسافر، بے وطن، حیراں
پھرا بھوکا، پیاسا ڈھونڈھتا دل بر کو سرگرداں
نہ کھانے کو ملا دانہ، نہ پینے کو ملا پانی

(۱۸)

پڑا تھا ریت میں اور دھوپ میں سورج سے جلتا تھا
اُسی کے دیکھنے کے دھیان میں ہر دم نکلتا تھا
لگی تھیں دل کی آنکھیں یار سے، اور جی نکلتا تھا
و لے محبوب سے کچھ ہائے! میرا بس نہ چلتا تھا
پڑے بہتے تھے آنسو لالہ گوں، لعلِ بدخشانی

(۱۹)

جب اس احوال کو پہنچا تو، وہ محبوب بے پروا
وہیں سو بیقراری سے مری بالیں پہ آ پہنچا
اُٹھا کر سر مرا زانو پہ اپنے رکھ کے فرمایا
کہا "بندے، دیکھ لے جو دیکھنا ہے اب مجھے اس جا
عیاں ہیں اس گھڑی کرنے ترے پہ بھید پنہانی

(۲۰)

یہ سُن رکھ پہلے ہم عاشق کو اپنے آزماتے ہیں
ہر اِک احوال میں جب خوب ثابت اُس کو پاتے ہیں
جلاتے ہیں، ستاتے ہیں، رُلاتے ہیں، بلاتے ہیں
اُسی سے آکے ملتے ہیں، اُسی کو منہ دکھاتے ہیں
اُسے پورا سمجھتے ہیں، ہم اپنے دھیان کا دھیانی!"

(۲۱)

صدا محبوب کی آئی جو نہیں کانوں میں واں میرے
پھر آنکھیں کھول کر دل بر کے منہ پر ٹک نظر کر کے
بدن میں آگیا جی، اور وہیں دُکھ درد سب بھولے
زمین و آسماں، چودہ طبق کے کھل گئے پردے

مٹی اک آن میں سب کچھ خرابی اور پریشانی

(۲۲) ہوئی جب آکے یکتائی، دوئی کا اُٹھ گیا پردا　　جو کچھ وہم و دغا تھے، اُڑ گئے اک دم میں ہو پارا
نظیرؔ اُس دن سے ہم نے پھر جو دیکھا خوب ہر اک جا　　وُہی دیکھا، وُہی سمجھا، وُہی جانا، وُہی پایا

برابر ہو گئے ہندو، مُسلمان، گبر، نصرانی

نظم نمبر ۱۰۹
ترک و تجرید

(۱) بھرے ہیں کیا کیا اُلٹ پلٹ کر کسی میں آکر یہ دم کسیکے　　کوئی کرے ہے کسی کی منّت کوئی ہے چُومے قدم کسیکے
کسی پہ لطف و کرم کسیکے، کسی پہ ظلم و ستم کسیکے　　کسے پڑی ہے، میاں، غرض اب، جو کوئی کھوئے بھرم کسیکے

نہ باپ بیٹے، نہ دوست دُشمن، نہ عاشق اور نہ صنم کسیکے
عجب طرح کی ہوئی فراغت، نہ کوئی ہمارا، نہ ہم کسیکے

اپنا

(۲) نہ کوئی طالب ہوا ہمارا، نہ ہم نے دل سے کسیکو چاہا　　نہ ہم نے دیکھی خوشی کی لہریں، نہ درد و غم سے کبھی کراہا
نہ ہم نے بویا نہ ہم نے کاٹا، نہ ہم نے جوتا نہ ہم نے گاہا　　اُٹھا جو دل سے بھرم کا پردہ تو اُس کے اُٹھتے ہی پھر اہاہا

دیکھیں

نہ باپ بیٹے، نہ دوست دُشمن، نہ عاشق اور نہ صنم کسیکے
عجب طرح کی ہوئی فراغت، نہ کوئی ہمارا، نہ ہم کسیکے

(۳) یہ بات کل کی ہے جو ہمارا کوئی تھا اپنا کوئی بگانا　　کہیں تھے نانی، کہیں تھے پوتے، کہیں تھے دادا، کہیں تھے نانا
کسی پہ چھپکا، کسی پہ کُوٹا، کسی پہ پیسا، کسی پہ چھانا　　اُٹھا جو دل سے بھرم کا تھانا، تو پھر جبھی سے یہ ہم نے جانا

نہ باپ بیٹے، نہ دوست دُشمن، نہ عاشق اور نہ صنم کسیکے
عجب طرح کی ہوئی فراغت، نہ کوئی ہمارا، نہ ہم کسیکے

(۴) یہ سیر دیکھو ابھی ہمیں تھے کسیکے آقا کسیکے نوکر　　کسیکے بندے، کسیکے چیلے، کسیکے خادم، کسیکے چاکر
کہیں تھے مُلّا، کہیں سپاہی، کہیں تھے بیٹے، کہیں کمانگر　　کھلی جو آکر بھرم کی گٹھری، تو سب وہ قضیے ہوئے برابر

نہ باپ بیٹے، نہ دوست دُشمن، نہ عاشق اور نہ صنم کسیکے

عجب طرح کی ہوئی فراغت کوئی ہمارا نہ ہم کسیکے

(۵)
ابھی ہماری بڑی دکان تھی ابھی ہمارا بڑا کسب تھا
کہیں خوشامد کہیں درآمد کہیں تواضع کہیں ادب تھا
بڑی تھی ذات اور بڑی صفات اور بڑا حسب اور بڑا نسب تھا
خودی کے مٹتے ہی پھر جو دیکھا تو کچھ حسب تھا نہ کچھ نسب تھا

نہ باپ بیٹے نہ دوست دشمن نہ عاشق اور نہ صنم کسیکے
عجب طرح کی ہوئی فراغت نہ کوئی ہمارا نہ ہم کسیکے

(۶)
ابھی ہمارے تھے یار کتنے ہمیں بھی اسنسے تھی اک محبّت
کہیں مروت کہیں فتوت کہیں خصومت کہیں عداوت
کسی سے مہر اور کسی سے کینہ کسی سے ناتا کہیں قرابت
اُٹھی جو دل سے بھرم کی ٹٹی تو پھر یہ دیکھی خدا کی قدرت

نہ باپ بیٹے نہ دوست دشمن نہ عاشق اور نہ صنم کسیکے
عجب طرح کی ہوئی فراغت نہ کوئی ہمارا نہ ہم کسیکے

(۷)
نہ ہمنے کی یاں فقیری ابتک نہ ہمنے کی یاں جہاں پناہی
نہ فوجداری نہ ملک گیری نہ کچھ وزیری نہ بادشاہی
نہ ہمنے اپنا بناؤ دیکھا نہ ہمنے دیکھی کبھی تباہی
یہ سب بھرم کا بنا تھا نقشہ بھرم کی ٹٹی ہے یا الٰہی

نہ ٹلتے ہی

نہ باپ بیٹے نہ دوست دشمن نہ عاشق اور نہ صنم کسیکے
عجب طرح کی ہوئی فراغت نہ کوئی ہمارا نہ ہم کسیکے

(۸)
پہاڑ صحرا و جھاڑ بوٹے کھڑے ہیں ارض و سما ہوسے
ستارے لاکھوں چمک رہے ہیں تجلی نور ضیا ہو سب
بھرم کے اُٹھتے ہی چھوڑ بھاگے جو بھوت جن تھے ہوا ہو سے
کسی کا نام و نشان باقی ہی یا الٰہی یہ کیا ہوے سب

گھڑی ہیں

نہ باپ بیٹے نہ دوست دشمن نہ عاشق اور صنم کسیکے
عجب طرح کی ہوئی فراغت نہ کوئی ہمارا نہ ہم کسیکے

(۹)
ابھی یہ ڈھب تھا کسی سے لڑتے کسیکے پانوں آ جا کے پڑتے
کسی سے حق پر فساد کیجے کسی سے ناحق چیا کے لڑتے
ابھی یہ دھن تھی نظیر دلمیں کہیں بگڑتے کہیں جھگڑتے
دوئی کے اٹھتے ہی پھر یہ دیکھا کہ اب جو لڑتے تو کس سے لڑتے

نہ باپ بیٹے نہ دوست دشمن نہ عاشق اور نہ صنم کسیکے
عجب طرح کی ہوئی فراغت نہ کوئی ہمارا نہ ہم کسیکے

نظم نمبر ۱۱۰
خوابِ غفلت

ہوئی

جب یار نے اُٹھائی چھڑی، تب خبر پڑی
الفت کی آگ دل میں پڑی، تب خبر پڑی
اور وہ دل ہیں اگ بدن پہ جڑی تب خبر پڑی
جب آنکھ اُس صنم سے لڑی تب خبر پڑی
غفلت کی گرد دل سے جھڑی، تب خبر پڑی

(۲) جوانی گئی

جب تک چڑھی جوانی تھی، اور بال تھے سیاہ
آئی شراب اس میں بڑھاپے کی خوامخواہ
اُلفت، کسی سے پیار محبت، کسی سے چاہ
پہلے کے جام میں نہ ہوا کچھ نشہ تو آہ
دل برنے دی پھر اُس سے کڑی، تب خبر پڑی

(۳) ادھیڑپن آیا

تھے جبتلک ادھیڑ رہے تو بھی ولولے
یاروں سے جب تو بولے کہ لو یارو ہم چلے
اور جب سُفید ہوکے ہوئے برف کے ڈلے
لائے تھے ہم تو عُمر پٹا یاں لکھا دلے
جب سیاہی پر سُفیدی چڑھی، تب خبر پڑی

(۴) داڑھی سن گئی سفید مو

ڈاڑھی کی جب کہ رات گئی اور صُبح ہوئی
دلبر کھڑا بجا وے تھا گھڑیال عُمر کی
تو بھی یہ دل مین خوش تھے کہ مرنا نہیں ابھی
سُن سُن کے سُن تو ہوتے تھے، پر کچھ خبر نہ تھی
باجی جب آ گجر کی گھڑی، تب خبر پڑی

(۵) دانت رخصت ہوئے

اُس حال پر بھی کچھ نہ ہوئی دید اور شُنید
مُنشی قضا کا لکھنے لگا جنس کی رسید
دانتوں پر اس میں آن کے ہل چل پڑی شدید
ڈاڑھیں لگیں اُکھڑنے کو، دنداں ہوئے شہید
مجلس مین چل چپل یہ پڑی تب خبر پڑی

(۶) منھ پوپلا، کان بہرے، گردن ہلتی ہوئی، آنکھیں جو ہیں تو آنسو جاری

اس پوپلے ہی منہ سے لگے کرنے پھر نباہ
گردن پھر اس مین ہلنے لگی کم ہوئی نگاہ
کانوں کے اس مین آ نکلے پردے ہوئے تباہ
بن دانت بھی ہنسے "پہ جب آنکھین چلین تو آہ
جب لاگی آنسوؤن کی جھڑی، تب خبر پڑی

(۷) تو قد بھی جھک گیا

ڈھاتے تھے وان مزور تو تن کی محل سرا
یہ گھر بنا رہے تھے دِوالین اُٹھا اُٹھا

اسمیں قضا کا راج جو کوٹھے پہ آچڑھا
شہتیر سا جو قد تھا، سو خم ہو کے جھک گیا
گرنے لگی کڑی پہ کڑی، تب خبر پڑی

(۸) سراب پا ونیز رکھا رہتا ہے

گبڑے ہوئے تو جب بھی نہ سمجھے یہ ہوشیار
یعنی کہ اب تو باندھیے گھوڑے پہ بوجھ بھار
پھر اس میں آکے سر نے لیا پاؤں پر قرار
چوگان سے کمر کے بنا سر کی گیند، مار
کھیلا جب آکے گیند ترٹی[1]، تب خبر پڑی

(۹) لاغری و اضمحلال

یہ تو لگائے بیٹھے تھے اپنی بڑی دکان
تھے غرق لین دین میں اور کچھ نہ تھا دھیان
لیکھا جب اس میں عمر کا ڈبوڑھا ہوا جب آن
کیا جو لنڈھ چلا نہ ہوا تب بھی کچھ گیان
جب لٹ گئی دھڑی کی دھڑی، تب خبر پڑی

(۱۰) دم واپسیں

بستر پہ جب تو آن پڑے لوٹ کر نڈھال
اٹھنے دے کون؟ آہ! جو کروٹ ہوئی محال
ہونے لگی فرشتوں سے نظروں میں قیل و قال
جی غش میں ڈوبا تو بھی نہ تھا کوچ کا خیال
جب سانس آ گلے میں اڑی، تب خبر پڑی

(۱۱) نزع روح

چھاتی پہ چڑھ قضا نے لیا جب گلے کو گھونٹ
پانی کا پھر تو آہ نہ اترا گلے سے گھونٹ
اکھڑی بدن سے جان بھی رگ رگ سے چھوٹ چھوٹ
پنجہ دکھایا شیر نے، تو بھی یہ سمجھے جھوٹ
جب چاب لی گلے کی نرٹی، تب خبر پڑی

(۱۲) جنازہ

کاندھے پہ رکھ کے پالکی لے آئے جب کہار
اور غل مچا کے بولے کہ "جلدی سے ہو سوار"
اس میں نہا کے آپ بھی جلدی ہوئے تیار
کپڑے بدل کے عطر لگا، پہن پھول ہار
نکلی سواری، دھوم پڑی، تب خبر پڑی

(۱۳) تدفین

جب پالکی میں چڑھ کے چلا آپ کا بدن
کلمہ نقیب پڑھتے چلے ساتھ کر بھین
تو بھی یہ کہتے تھے کہ "ہوا کون بے وطن!!"
جب آئے اس گڑھے میں نظیر، اور ہزار من

[1] گیند ترٹی ایک کھیل کا نام ہے جسمیں گیند کو جب اچکتا ہے تو ہاتھ سے یا چوگان سے مارتے ہیں اور اسی طرح گھڑیوں سلسلہ جاری رکھتے ہیں - جب ترٹی کھیلنے میں مجبور کسی لڑکے کی کمر پر مار دیتا ہے تو اس وقت پکار کر کہہ دیتا ہے کہ ترٹی ہے - یعنی اب یہ چور ہو گیا۔

اوپر سے آکے خاک پڑی تب خبر پڑی

نظم نمبر ۱۱۱

موت کی فلاسفی

ہندوانہ لہجہ

(۱)

جو مرنا مرنا کہتے ہیں وہ مرنا کیا تبلائے کوئی؟
سی ڈالی آنکھ دورنگی کی جب یکرنگی نے مارسوئی

واں جوہر باہیں گھول ملے سب اپنی اپنی چھوڑ دوئی
نہ مردوں کا غل شور رہا نہ عورت کی کچھ آہ اوئی

ماٹی کی ماٹی آگ اگن، جل نیر پون کی یوں ہوئی
اب کس سے پوچھے کون موا؟ اور کس سے کہیئے کون موئی

(۲) نقارے کی تمثیل

نقارہ دھون دھون بجتا تھا، اور کیا کیا تھی آواز بڑی
نر مادہ دونوں ایک ہو جب آن بھرم کی کھال پھٹی

جب پھوٹ گیا پھر دیکھو تو آواز سب اس کی کہاں گئی
نہ نر کا کچھ نرمول[۱] رہا، نہ مادہ کی پہچان رہی

ماٹی کی ماٹی آگ اگن، جل نیر پون کی یوں ہوئی
اب کس سے پوچھے کون موا؟ اور کس سے کہیئے کون موئی

(۳) چراغ کی تمثیل

ہر چار طرف اُجیالی تھی اس تیل سکوری[۲] باتی کی
سب گھر کے بیچ اُجالا تھا، کیا نوک نبدی تھی نور بھری

وہ جوت نہ تھی اس دیئے[۱] کی تھی اور کسی کی اُجیالی
جب دیوا بجھ کر سرد ہوا پھر چھا سے گئی کُل اندھیاری

[۱] دیوے

ماٹی کی ماٹی آگ اگن، جل نیر پون کی یوں ہوئی
اب کس سے پوچھے کون موا؟ اور کس سے کہیئے کون موئی

(۴) دودھ کی تمثیل

تھا جب تک خاصہ دودھ بنا تھی کیا کیا اس میں خیر دھری
جب پھٹک ٹکڑے دودھ ہوا پھر کہاں گئی وہ چکنائی

براق ملائی ماکھن تھا اور کھویا گاڑھا اور تری[۳]
نہ دودھ رہا نہ دہی رہا نہ روغن، مسکہ چھاچھ مہی[۴]

---

[۱] نرمول نر کلمہ سلب - مول جڑ - یعنی وہ شئی جسکی کوئی جڑ بنیاد نہو - بے بنیاد - لاشئ محض نر کا کچھ نرمول نرہا یعنی کچھ نام ونشان نہ رہا - چونکہ یہ معنی بہ تکلف پیدا ہوتے ہیں لہذا ممکن ہے کہ نرمول کی جگہ جرمول ہو - واللہ اعلم

[۲] سکورا - (یا سکوری) ایک چھوٹا مٹی کا برتن - مٹی کی طشتری -

[۳] تری شکر

[۴] مہی مکھن کا دودھ - دودھ جس سے مکھن نکال لیتے ہیں -

ماٹی کی ماٹی، آگ اگن، جل نیر، پَوَن کی پَوَن ہوئی
اب کس سے پوچھے کون مُوا؟ اور کس سے کہیے کون موئی؟

(۵) لکڑی کی تمثیل، دولہا دلہن کی تمثیل

یہ بات نہ سمجھے اور سنو، جو لکڑی میں تھی آگ لگی
یاں ایک طرف کو دولھا تھا، اور ایک طرف کو دلھن تھی
جب جھکر ٹھنڈی راکھ ہوئی پھر اُس کی آنچ کہاں پہنچی
جب دونوں مل کر ایک ہوئے، پھر بات رہی کیا ہونے کی

ماٹی کی ماٹی، آگ اگن، جل نیر، پَوَن کی پَوَن ہوئی
اب کس سے پوچھے کون مُوا؟ اور کس سے کہیے کون موئی؟

(۶) مٹکی کے پانی میں ٹوٹ جانے کی تمثیل

یہ بات نہ سمجھے اور سنو، جو مٹکی ڈالی پانی میں
نہ راجہ کا سندیہ[1] رہا، نہ بھید رہا کچھ رانی میں
اور رستے میں جب پھوٹ گئی، ہاتھوں کی اینچا تانی میں
جا گھیرے مل گئے گھیروں میں، اور پانی مل گیا پانی میں

ماٹی کی ماٹی، آگ اگن، جل نیر، پَوَن کی پَوَن ہوئی
اب کس سے پوچھے کون مُوا؟ اور کس سے کہیے کون موئی؟

(۷) بھیگے کپڑے کے خشک ہونے کی تمثیل

یہ بات نہ سمجھے اور سنو، جو کپڑا پانی بھیگا تھا
سب مُردہ مُردہ بول اُٹھے، واں اور کسی نقش نگ والا
جب سوکھا دھوپ کے اندر وہ، پھر پانی اس کا کہاں گیا
نہ بھرم[2] رہا نر مادہ کا، نہ دھوکا ہاتھی چیونٹی کا

ماٹی کی ماٹی، آگ اگن، جل نیر، پَوَن کی پَوَن ہوئی
اب کس سے پوچھے کون مُوا؟ اور کس سے کہیے کون موئی؟

(۸) موت و حیات کے بھید کو حل کرنا مشکل ہے

یاں جن کو جینا مرنا ہے، اے یار انھیں کو ڈرنا ہے
اس بھول بھلیاں چکر میں ٹک رستہ پیدا کرنا ہے
جب دونوں دکھ سکھ دور ہوئے، پھر جینا ہے نہ مرنا ہے
سب چھوڑ بھرم کی باتوں کو، اس بات اوپر دل دھرنا ہے

ماٹی کی ماٹی، آگ اگن، جل نیر، پَوَن کی پَوَن ہوئی
اب کس سے پوچھے کون مُوا؟ اور کس سے کہیے کون موئی؟

(۹) دنیا کی الٹی سمجھ و مثال حقیقی

حق، ناحق اُن سے کون لڑے جو مرنا سمجھیں جینے کو
بس چلنے کا رستہ نام رکھیں، اور جینا کھانے پینے کو

---

[1] سندیہ: شک و شبہہ، خوف، ڈر، تردّد۔ [2] بھرم اس نظم میں خاص معنوں میں مستعمل ہوا ہے۔ بھرم کے ایک تو معنی ہیں، عزت، اعتبار، حیثیت، شوکت اور دوسرے معنی ہیں غلطی، شک، خوف، حیرت۔

	جو مرگئے آگے مرنے سے، وہ جانے بھید قرینے کو	ہو خاصی دُدھ جالیٹی، اُس لال بنے رنگ بھینے کو	جالینی

ماٹی کی ماٹی آگ اگن، جل نیر پَوَن کی پَوَن ہوئی
اب کس سے پوچھے کون موا؟ اور کس سے کہیئے کون موئی؟

(۱۰) دیدارِ معشوقِ حقیقی دسیرِ عالم قدس	کیا صورت لوگ لگائی کی؟ کیا نقشہ ناری زینت کا جو سمجھیں اُن کو آسان ہے نہیں فرق ہے رائی بربت کا	کیا رنگ بنے کا روپ ہوے کیا سوانگ بنایا گت کا بس اور نظیر اب کیا کہیے؟ ہے زور تماشا قدرت کا	کیا

ماٹی کی ماٹی آگ اگن، جل نیر پَوَن کی پَوَن ہوئی
اب کس سے پوچھے کون موا؟ اور کس سے کہیئے کون موئی؟

نظم نمبر ۱۱۲

فنا

تنبیہ الغافلین

(۱)	جہاں ہے جب تلک یاں سیکڑوں شادی و غم ہوں گے کنار و بوس اور عیش و طرب بھی دم بدم ہوں گے	ہزاروں عاشقِ جانباز اور لاکھوں صنم ہوں گے مگر جتنے یہ اپنی صف کے ہیں یہ سب عدم ہوں گے

نہ یہ چہلیں نہ یہ دُھومیں نہ یہ چرچے بہم ہوں گے
میاں اک دن وہ آوے گا نہ تم ہوگے نہ ہم ہوں گے

(۲)	تمہارا اب ہے جتنا حسن کا عالم غنیمت ہے ہمارا دیکھنا اور عاشقی کا دم غنیمت ہے	اگر ہے عیش تو بہتر و گرنہ کم غنیمت ہے بھروسا کچھ نہیں دم کا عزیزو دم غنیمت ہے

نہ یہ چہلیں نہ یہ دُھومیں نہ یہ چرچے بہم ہوں گے
میاں اک دن وہ آوے گا نہ تم ہوگے نہ ہم ہوں گے

(۳)	چمن میں چل کے بیٹھو اور صراحی جام منگواؤ گلے لپٹو ہمارے اور ہمیں ہنس ہنس کے بوسہ دو	پیو بھر بھر کے ساغر تم بھی اور ہم کو بھی پلواؤ اجل کا فرکھڑی ہے سر پہ اے دلدار سنتے ہو؟

نہ یہ چہلیں نہ یہ دُھومیں نہ یہ چرچے بہم ہوں گے

(۱) اشارہ ہے تو تو اقبال ان شو تو اکی طرف ۲ زینت بادشاہ

میاں، اک دن وہ آوے گا، نہ تم ہو گے نہ ہم ہوں گے

(۴)
ہماری چشم میں آئے تمہارے عارضِ گلگوں
گھڑی بھر بیٹھ کر، ہم پاس کر لو عیشِ بوقلموں
غرض، تم وقت کے لیلیٰ ہو، پیارے، اور ہم مجنوں
کسی کے کہنے سُننے پر نہ جاؤ، دیکھو کہتا ہوں

ہیگی اور

نہ یہ چُہلیں، نہ یہ دُھومیں، نہ یہ چرچے بہم ہوں گے
میاں، اک دن وہ آوے گا، نہ تم ہو گے، نہ ہم ہوں گے

(۵)
اُچھل لو کود لو ہی جب تلک یہ زور نلیوں میں
ہمیں لو ساتھ، اور سیریں کرو پھولوں کی کلیوں میں
غنیمت ہے وہی دم اب جو گذرے رنگ رلیوں میں
پھرے گی پھر تو آخر تن کی اُڑتی خاک گلیوں میں

نہ یہ چُہلیں، نہ یہ دُھومیں، نہ یہ چرچے بہم ہوں گے
میاں، اک دن وہ آوے گا، نہ تم ہو گے، نہ ہم ہوں گے

(۶)
اگر سینہ ہمارا تم نے چھلنی کی طرح رانا
موئے پر کس نے پوچھا دل برو، اور کس نے پچھتایا
تو اب جلدی سے گلے مل کر لگا دو عیش کا پھاہا
ہمیں تو رونا آتا ہے یہی کہہ کر، اہا ہا ہا!

نہ یہ چُہلیں، نہ یہ دُھومیں، نہ یہ چرچے بہم ہوں گے
میاں، اک دن وہ آوے گا، نہ تم ہو گے، نہ ہم ہوں گے

(۷)
جو آگے عاشق و معشوق تھے سب مل گئے گِل میں
نہ قاتل میں رہا جی، اور نہ اُس قاتل کے بسمل میں
اجل کی تیغ سے دونوں کے تکّے اُڑ گئے تل میں
تو بس اے دل برو، تم بھی یہی اب جان لو دل میں

نہ یہ چُہلیں، نہ یہ دُھومیں، نہ یہ چرچے بہم ہوں گے
میاں، اک دن وہ آوے گا، نہ تم ہو گے، نہ ہم ہوں گے

(۸)
اگر تم نے ہمارے دل کو دُکھ دے دے کے ترسایا
گیا جب وقت کا فر ہاتھ سے، پھر ہاتھ کب آیا؟
غلط فہمی تمہاری، یا کہ جس نے تم کو سکھلایا
غرض ہم نے تو اب بھی اور تمہیں آگے بھی سمجھایا

نہ یہ چُہلیں، نہ یہ دُھومیں، نہ یہ چرچے بہم ہوں گے
میاں، اک دن وہ آوے گا نہ تم ہو گے، نہ ہم ہوں گے

(۹)
ہمارے اور تمھارے حق میں ہے اب تو یہی بہتر
کہ دیکھیں چاندنی، اور سیر دریا کی کریں جا کر
کبھی لپٹیں گلے سے، اور کبھی مے کے پئیں ساغر
یہی گننے کو رہ جاوے گا آخر، اے مرے دلبر
نہ یہ چہلیں، نہ یہ دھومیں، نہ یہ چرچے بہم ہوں گے
میاں اک دن، وہ آوے گا، نہ تم ہوگے، نہ ہم ہوں گے

(۱۰)
اگر برسات ہو، یا ابر ہو، یا مینہ برستا ہو
پہن پوشاک رنگیں، اور ہمارے بر میں آبیٹھو
ادا و ناز و غمزے، چوچلے کرنے ہوں سو کر لو
فلک کب چین دیتا ہے، مری جاں، پھر تو آخر کو
نہ یہ چہلیں، نہ یہ دھومیں، نہ یہ چرچے بہم ہوں گے
میاں، اک دن وہ آوے گا، نہ تم ہوگے، نہ ہم ہوں گے

(چونچلے)

(۱۱)
اُدھر واں حسن کی مستی، اِدھر یاں عشق کی رہ ہے
چمن ہے، ابر ہے، ساقی صراحی، جام اور مے ہے
جو کرنا ہو سو کر لو، اس گھڑی سب عیش کی شے ہے
غضب ہے، قہر ہے، جب جی نکل جاوے گا، پھر اے ہے!
نہ یہ چہلیں، نہ یہ دھومیں، نہ یہ چرچے بہم ہوں گے
میاں اک دن وہ آوے گا، نہ تم ہوگے، نہ ہم ہوں گے

(۱۲)
ابھی یاں الفتیں بڑھتی ہیں، اور واں ناز کی گھاتیں
غنیمت ہیں طمانچے پیار کے، اور چاہ کی لاتیں
جب آنکھیں مند گئیں، سب ہو چکیں جتوں، اشاراتیں
کہاں پھر دن مزے کے، اور کہاں یہ عیش کی راتیں؟
نہ یہ چہلیں، نہ یہ دھومیں، نہ یہ چرچے بہم ہوں گے
میاں، اک دن وہ آوے گا، نہ تم ہوگے، نہ ہم ہوں گے

(۱۳)
ہمیں ہے بیقراری، اور تمھیں ہر دم طرح داری
غنیمت ہے ہماری اور تمھاری گرم بازاری
نظیر، اب کیا کہے آگے، غرض آخر بلا جاری
کہاں پھر ہم؟ کہاں پھر تم؟ کہاں الفت، کہاں یاری؟
نہ یہ چہلیں، نہ یہ دھومیں، یہ چرچے بہم ہوں گے
میاں اک دن وہ آوے گا، نہ تم ہوگے، نہ ہم ہوں گے

نظم نمبر ۱۱۳

خدا کی دی ہوئی نعمتیں

(۱)

یہ نعمتیں عیاں ہیں جو عالم کے واسطے　　ہیں گی یہ سب میاں اِسی آدم کے واسطے
کچھ تن کے واسطے ہیں کچھ اشکم کے واسطے　　ہیں بیش بیش کے لئے کم کم کے واسطے

سب خوبیاں بنی ہیں یہ آدم کے واسطے
اور دم بنا ہے، آہ! فقط غم کے واسطے

(۲) محبوب ساقی صراحی

محبوب گل عذار، پری زاد سرخ فام　　مطرب، شراب، ساقی و مینا، صراحی، جام
ناز و ادا و چوپ چلے، دولت کی دھوم دھام　　ہستی نشاط و عشرت و عیش و طرب مدام

سب خوبیاں بنی ہیں یہ آدم کے واسطے
اور دم بنا ہے، آہ! فقط غم کے واسطے

(۳) اسباب عشرت

اسباب عشرتوں کے ہیں جتنے جہاں تہاں　　گلدان، پاندان، عطردان زرفشاں
سے بھرے چھلکتے ہیں، اور پیچ پیچواں　　مشک و گلاب و عطر و چمن، باغ و بوستاں

سب خوبیاں بنی ہیں یہ آدم کے واسطے
اور دم بنا ہے، آہ! فقط غم کے واسطے

(۴) جواہرات

جتنے جواہرات ہیں سرخ و سفید لال　　یاقوت، لعل، یمنی و نیلم فلک مثال
فیروزہ، مونگا، موتی و پکھراج خوش خصال　　زر، سیم، فوج حشمت و املاک، گنج و مال

سب خوبیاں بنی ہیں یہ آدم کے واسطے
اور دم بنا ہے، آہ! فقط غم کے واسطے

(۵) میوہ جات

میوے ہیں جتنے خشک و تر اس باغ میں لگے　　بادام، پستے، داکھ، چھہارے و کھوپرے
خربوزے، آم، جامن و لیموں، چکوترے　　نارنگی و انار، بہی، کولے، و سنگترے

سب خوبیاں بنی ہیں یہ آدم کے واسطے

اور دم بنا ہی، آہ! فقط غم کے واسطے

(۶) دُنیا میں جتنے لوگ ہیں کیا شاہ، کیا فقیر — سب سُکھ میں ہیں، پر ایک نہ اک دُکھ میں ہیں اسیر
کیا عشرتیں بہار کی، کیا عیش دل پذیر — جن جن کا تم نے نام لیا اب میاں نظیر

سب خُوبیاں بنی ہیں یہ آدم کے واسطے
اور دم بنا ہی آہ! فقط غم کے واسطے

نظم نمبر ۱۱۴

فنا

انسان ذرا خاک کا پُتلا ہی آخر خاک ہی میں اس کو مل جانا ہی

(۱) دُنیا میں کوئی شاد، کوئی دردناک ہی — یا خوش ہی، یا الم کے سبب سینہ چاک ہی
ہر ایک دم سے جان کا ہر دم تپاک ہی — ناپاک ہی، پلید نجس، یا کہ پاک ہی

جو خاک سے بنا ہی وہ آخر کو خاک ہی

(۲) ہی آدمی کی ذات کا اس جا بڑا ظہور — لے عرش تا بہ فرش چمکتا ہی جس کا نُور
گُذرے ہی اُن کی قبر پہ جب وحش یا طیور — رو رو یہی سکھے ہی ہر اک قبر کے حضور:

اور ن

"جو خاک سے بنا ہی، وہ آخر کو خاک ہی"

(۳) دنیا سے جب کہ اولیا اور انبیا اُٹھے — اجسام پاک اُن کے اِسی خاک میں رہے
رُوحیں ہیں خوب، حال مُئے وہ جو کے ہیں مرے — پر جسم سے تو اب یہی ثابت ہوا مجھے:

جان ن

"جو خاک سے بنا ہی، وہ آخر کو خاک ہی"

(۴) وہ شخص تھے جو سات ولایت کے بادشاہ — حشمت میں جن کی عرش سے اُونچی تھی بارگاہ
مرتے ہی اُن کے تن ہوئے گلیوں کی خاکِ راہ — اب اُن کے حال کی بھی یہی بات ہی گواہ:

جو خاک سے بنا ہی، وہ آخر کو خاک ہی

(۵) کس کس طرح کے ہو گئے محبوب کج کلاہ — تن جن کے مثل پھول تھے، اور مُنہ بھی رشکِ ماہ

جاتی ہے اُس کی قبر پہ جس دم مری نگاہ
روتا ہوں پھر تو میں یہی کہہ کہہ کے دل میں آہ! — جب

جو خاک سے بنا ہے وہ آخر کو خاک ہے

(۶)
وہ گورے گورے تن کہ جنھوں کی تھی دل میں جاے
سو ویسے تن کو خاک بنا کر ہوا اُڑاے
ہوتے تھے میلے اُن کے کوئی ہاتھ گر لگاے
رونا مجھے تو آتا ہے، اب کیا کہوں میں ہاے!

جو خاک سے بنا ہے وہ آخر کو خاک ہے

(۷)
عُمدوں کے تن کو تانبے کے صندوق میں دھرا
قائم یہاں یہ اور نہ ثابت وہ واں رہا
مُفلس کا تن پڑا رہا ماٹی اُپر پڑا
دونوں کو خاک کھا گئی یارو کہوں میں کیا؟

جو خاک سے بنا ہے وہ آخر کو خاک ہے

(۸)
گر ایک کو ہزار روپے کا مِلا کفن
اور اک یونہیں پڑا رہا بیکس برہنہ تن
کیڑے مکوڑے کھا گئے دونوں کے تن بدن
دیکھا جو ہم نے آہ! تو سچ ہے یہی سخن

جو خاک سے بنا ہے وہ آخر کو خاک ہے

(۹)
جتنے جہاں میں ناج ہیں کنگنی سے تا گیہوں
اور جتنے میوجات ہیں تر خشک گونا گوں
کپڑے جہاں تلک ہیں سپید و سیہ نموں
کمخواب تاش بادلہ کس کس کا نام لوں؟

جو خاک سے بنا ہے وہ آخر کو خاک ہے

(۱۰)
جتنے درخت دیکھو ہو بوٹے سے تا بہ جھاڑ
بڑ پیپل آنب نیب چھوارا کھجور تاڑ
سب خاک ہوں گے جبکہ فنا ڈالے کی اُکھاڑ
کیا بوٹے ڈیر ھرپات کے، کیا جھاڑ کیا پہاڑ

جو خاک سے بنا ہے وہ آخر کو خاک ہے

(۱۱)
جتنا یہ خاک کا ہے طلسمات بن رہا
پھر خاک اُس کو ہونا ہے یارو جُدا جُدا
ترکاری، ساگ، پات، زہر، امرت، اور دوا
زر، سیم، کوڑی، لعل، زمرد، اور ان سوا

جو خاک سے بنا ہے وہ آخر کو خاک ہے

(۱۲)
گڑھ، کوٹ، توپ، رہکلہ، تیغ و کمان و تیر
باغ و چمن، محل و مکانات دل پذیر

ہونا ہے سب کو، آہ! اِسی خاک میں خمیر
میری زباں پہ اب تو یہی بات ہے نظیرؔ
جو خاک سے بنا ہے، وہ آخر کو خاک ہے

نظم نمبر ۱۱۵

فنا

موت کے آگے علم و فضل سب ہیچ ہے

(۱) معقول منقول

پڑھ علم کئی اس دُنیا میں گر کامل ذی ادراک ہوئے
اور لاد کتابیں اونٹوں پہ ہر معنی کے درّاک ہوئے
معقول پڑھی، منقول پڑھی، ہر منطق میں چالاک ہوئے
یاں جتنے علم کے دریا ہیں اُن دریا کے پیراک ہوئے
سب جیتے جی کے جھگڑے ہیں، سچ پوچھو تو کیا خاک ہوئے
جب موت سے آکر کام پڑا، سب قصے قضیے پاک ہوئے

(۲) رمل نجوم جفر

رمّال، نجومی، جفری ہو یا غیبوں کے احکام کہے
کُل تارے چھان لیے سارے اور پھینکے تختوں پر قُرعے
منھ دیکھ اجل کی شکلوں کا، سب داخل خارج بھول گئے
نہ رمل جفر کچھ پیش گئے، نہ تختے قُرعے کام آئے
سب جیتے جی کے جھگڑے ہیں، سچ پوچھو تو کیا خاک ہوئے
جب موت سے آکر کام پڑا، سب قصے قضیے پاک ہوئے

(۳) طب

مشہور حکیم اور بید ہوئے یاں پڑھ کر علم طبابت کا
والان کتابوں سے روکا اور نسخوں سے صندوق بھرا
جب موت مرض نے آن لیا، سب بھولے نبض اور قارورا
گو نسخے لاکھ مجرّب تھے، پر کام نہ آیا اک نسخا
سب جیتے جی کے جھگڑے ہیں، سچ پوچھو تو کیا خاک ہوئے
جب موت سے آکر کام پڑا، سب قصے قضیے پاک ہوئے

(۴) فنِ انشا، فنِ سپہ گری

لے ہاتھ قلم اور باندھ سپر گر ہوئے سپاہی متصدی
دن رات لڑے گڑھ کاغذ سے، شمشیر کھنچی اور قلم چلی
جب کلکِ قضا نے حرف لکھے اور سیفِ اجل کی آ چمکی
یاں دفتر طبلک ڈوب گئے، واں تیغ سپر بھی پٹ پڑی
سب جیتے جی کے جھگڑے ہیں، سچ پوچھو تو کیا خاک ہوئے
جب موت سے آکر کام پڑا، سب قصے قضیے پاک ہوئے

(۵) تجارت زراعت

یا کوٹھی کر کر سیٹھ ہوئے، یا کھود زمیں کو کھیتی کی
لکھ ڈالیں بہیاں لاکھوں کی، بو ڈالی دھرتی بُری بھلی
جب ہُنڈی آئی مالک کی، اور آکر جم[۱] کی بھیج[۲] لگی
یاں کوٹھی کوٹھے بیٹھ گئی، واں کھیتی باڑی کھیت رہی

سب جیتے جی کے جھگڑے ہیں، سچ پوچھو تو کیا خاک ہوئے
جب موت سے آکر کام پڑا، سب قصّے قضیے پاک ہوئے

(۶) زہد و رندی

یا مست شرابی رند ہوئے، یا زاہد تا مقدور ہوئے
یا پی کر مے دل شاد ہوئے، یا چلّوں میں مسرور ہوئے
جب عُمر کے پیالے دونوں کے آ ساعت پر معمور ہوئے
یاں جُبّے تسبیح دور ہوئے، واں پیالے[۳] شیشے چور ہوئے

[۳] ساغر

سب جیتے جی کے جھگڑے ہیں، سچ پوچھو تو کیا خاک ہوئے
جب موت سے آکر کام پڑا، سب قصّے قضیے پاک ہوئے

(۷) سلطنت امارت

اس دُنیا کی دھن دولت میں گر شاہ سُلیماں جاہ چلے
یا ٹھہرے میر و وزیر اعظم، یا راجہ بن کر آہ! چلے
مُنھ دیکھ اجل کے لشکر کا تب لے کر گھر کی راہ چلے
نے ہاتھی گھوڑے سنگ گئے، نے تخت چھتر ہمراہ چلے

سب جیتے جی کے جھگڑے ہیں، سچ پوچھو تو کیا خاک ہوئے
جب موت سے آکر کام پڑا، سب قصّے قضیے پاک ہوئے

(۸) فقیری اور دنیا داری

سب چھوڑ فقیر آزاد ہوئے، یا دنیا داری لوٹ گئے
یا شال دوشالے اوڑھ پھرے، یا اُجلے پیوند گوٹ[۴] گئے
سنگ اور قضا کے سونٹے سے سر دونوں کے جب پُھوٹ گئے
یاں سیلی تاگے ٹوٹ گئے، واں جامے تن کے چُھوٹ گئے

[۴] گھونٹ

سب جیتے جی کے جھگڑے ہیں، سچ پوچھو تو کیا خاک ہوئے
جب موت سے آکر کام پڑا، سب قصّے قضیے پاک ہوئے

(۹) مختلف طبقاتِ تمدن

یا حاکم یا محکوم ہوئے، یا عاقل یا معقول ہوئے
یا خادم یا مخدوم ہوئے، یا جاہل یا مجہول ہوئے
زردار ہوئے سردار ہوئے، مردود ہوئے مقبول ہوئے
کُچھ اور نہ دیکھا آخر کو، سب انت اسی میں دُھول ہوئے

سب جیتے جی کے جھگڑے ہیں، سچ پوچھو تو کیا خاک ہوئے
جب موت سے آکر کام پڑا، سب قصّے قضیے پاک ہوئے

[۱] جم موت۔ ملک الموت [۲] بھیج مال گزاری۔ لگان۔ قسط۔

(۱۰) بخیل سخی

کر بیر بخیلی زہر ہوئے، یا بخشش میں تریاک ہوئے
یا عمر گزاری عشرت میں، یا سو غم میں غمناک ہوئے
یا نخل ہوئے پُر میووں کے، یا خالی یا تونڈھاک ہوئے
پھل پھول کھلائے گلشن کے، یا گلیوں کی خاشاک ہوئے
سب جیتے جی کے جھگڑے ہیں، سچ پوچھو تو کیا خاک ہوئے
جب موت سے آکر کام پڑا، اب قصے قضیے پاک ہوئے

(۱۱) پیشہ ور بساطی

حکاک، مصور، زرگر تھے، یا ہاتھ تبر اور تیشے تھے
جو علم و ہنر ہم سیکھے تھے اور جتنے اپنے پیشے تھے
یا پھیری سے دوکان لسی یا جنگل جنگل بیشے تھے
بس اور نظیر اب کیا کہیے؟ سب ناحق کے اندیشے تھے
سب جیتے جی کے جھگڑے ہیں، سچ پوچھو تو کیا خاک ہوئے
جب موت سے آکر کام پڑا، اب قصے قضیے پاک ہوئے

سنگل

ادب تا جیست از لطف الٰہی

بنہ بر سر برو ہر جا کہ خواہی

دبستان نظیر

نصف آخر

یعنے

کلیات نظیر کا دوسرا حصہ

جس مین نظیر کے مخمس۔ مسدس۔ مثمن۔ معشر۔ ترجیع بند۔ ترکیب بند۔ تضمینین
اور کُل دوسری مشہور، دل چسپ، اور مُفید نظمین بہ ترتیب معقول مدّون ہین

بہ تصحیح و تحشیِ مولوی سید محمد عبد الغفور شہباز
پروفیسر سائنس اورنگ آباد کالج

باراول
مطبع منشی نولکشور واقع لکھنؤ مین چھپا
سنہ ۱۹۰۰ء

دبستان نظیر کا
نصف آخر

پانچواں باب
حکمت
نظم نمبر ۱۱۶
کوڑی کی فلاسفی

(۱) کوڑی ہی جن کے پاس وہ اہل یقین ہیں — کھانے کو اُن کے نعمتیں سو بہترین ہیں
کپڑے بھی اُن کے تن میں نہایت مہین ہیں — سمجھیں ہیں اُس کو وہ جو بڑے نکتہ چین ہیں

کوڑی کے سب جہان میں نقش و نگین ہیں
کوڑی نہ ہو تو کوڑی کے پھر تین تین ہیں

(۲) کوڑی بغیر سوتے تھے خالی زمین پر — کوڑی ہوئی تو رہنے لگے شہ نشین پر
ٹپکے سُنہرے بندھ گئے جاموں کی چین پر — موتی کے گچھے لگ گئے گھوڑوں کی زین پر

کوڑی کے سب جہان میں نقش و نگین ہیں

کوڑی نہ ہو تو کوڑی کے پھر تین تین ہیں

(۳)
کوڑی ہی چاہتی ہو سدا بادشاہ کو
لے کر چھڑی رومال گدا بھی بناہ کو
کوڑی ہی تھام لیتی ہو فوج و سپاہ کو
پھرتا ہو ہر دُکان پہ کوڑی کی چاہ کو

کوڑی کے سب جہان میں نقش و نگین ہیں
کوڑی نہ ہو تو کوڑی کے پھر تین تین ہیں

(۴)
کوڑی نہ ہو تو پھر یہ جھمیلا کہاں سے ہو؟
منڈوا کے سر فقیر کا چیلا کہاں سے ہو
رتھ خانہ فیل خانہ طویلا کہاں سے ہو؟
کوڑی نہ ہو تو سائیں کا میلا کہاں سے ہو

کوڑی کے سب جہان میں نقش و نگین ہیں
کوڑی نہ ہو تو کوڑی کے پھر تین تین ہیں

(۵)
کاندھے پہ تیغ دھرتے ہیں کوڑی کے واسطے
یہاں تک تو لوگ مرتے ہیں کوڑی کے واسطے
آپس میں خون کرتے ہیں کوڑی کے واسطے
جو جان دے گذرتے ہیں کوڑی کے واسطے

کوڑی کے سب جہان میں نقش و نگین ہیں
کوڑی نہ ہو تو کوڑی کے پھر تین تین ہیں

(۶)
گالی و مار کھاتے ہیں کوڑی کے واسطے
سو ملک چھان آتے ہیں کوڑی کے واسطے
شرم و حیا اُٹھاتے ہیں کوڑی کے واسطے
مسجد کو دم میں ڈھاتے ہیں کوڑی کے واسطے

کوڑی کے سب جہان میں نقش و نگین ہیں
کوڑی نہ ہو تو کوڑی کے پھر تین تین ہیں

(۷)
کتنے تو ہم میں ایسے ہیں کوڑی کے مبتلا
خست نہیں، ہے ایسا ہی کوڑی کا مرتبا
کوڑی ہو گندگی میں تو لیں دانت سے اُٹھا
کوئی دانت سے اُٹھا دے، ہم آنکھوں سے لیں اُٹھا

کوڑی کے سب جہان میں نقش و نگین ہیں
کوڑی نہ ہو تو کوڑی کے پھر تین تین ہیں

عقل نے جب مجھے چپکے سے کہا، پیسے کا!

(۷)
رُوٹھا عاشق سے جو معشوق کوئی ہٹ کا بھرا
اور وہ منت سے کسی طور نہیں ہے منتا
خوبیاں پیسے کی، اے یارو! کہوں میں کیا کیا؟
دل اگر سنگ سے بھی اُس کا زیادہ تھا کڑا
موم سا ہو گیا جب نام سُنا پیسے کا!

(۸)
جس گھڑی ہوتی ہے، اے دوستو! پیسے کی نمود
ہر طرح ہوتی ہے خوش وقتی و خوبی بہبود
خوش دلی، تازگی، اور خرّمی کرتی ہے ورود
جو خوشی چاہیے ہوتی ہے وہیں آموجود
دیکھا، یارو، تو یہ ہے عیش و مزا پیسے کا

(۹)
پیسے والے نے اگر بیٹھ کے لوگوں میں کہا:
جیسا چاہوں، تو مکان ویسا ہی ڈالوں بنوا!
حرفِ تکرار کسی کی، جو زباں پر آیا
اُس نے بنوا کے دیا جلدی سے ویسا ہی دکھا
اُس کا یہ کام ہے، اے دوستو! یا پیسے کا؟

(۱۰)
ناچ اور راگ کی بھی خوب سی تیاری ہے
حُسن ہے، ناز ہے، خُوبی ہے، طرح داری ہے
ربط ہے، پیار ہے، اور دوستی ہے، یاری ہے
غور سے دیکھا تو سب عیش کی بسیاری ہے
رُوپ جس وقت ہوا جلوہ نما پیسے کا!

(۱۱)
دام میں دام[۵] کے یارو جو مرا دل ہے اسیر
اِس لیے ہوتی ہے یہ میری زباں سے تقریر
جی بھی خُوش رہتا ہے اور دل بھی بہت عیش پذیر
جس قدر ہو سکا میں نے کیا تحریر، نظیر
وصف آگے میں لکھوں تا بکجا پیسے کا؟

نظم نمبر ۱۱۸

پیسے کی فلاسفی[۲]

(۱)
پیسے ہی کا امیر کے دل میں خیال ہے
پیسے ہی کا فقیر بھی کرتا سوال ہے
پیسا ہی فوج، پیسا ہی جاہ و جلال ہے
پیسے ہی کا تمام یہ تنگ و دوال ہے

۵ دام روپے کا چالیسواں حصہ۔ پیسا۔ دام سلاطین ہند کے مناصب و خراج ملک میں روپے کے چالیسویں حصے سے مُراد ہوا کرتی تھی اور نیز پیسے کے پچیسویں حصے کو دام کہتے ہیں ۔

پیسا ہی رنگ رُوپ ہے، پیسا ہی مال ہے
پیسا نہ ہو تو آدمی چرخے کی مال[1] ہے

(۲)
پیسے کے ڈھیر ہونے سے سب سیٹھ ساٹھ ہیں
پیسے کے کوٹھے کوٹھیاں چھ، سات آٹھ ہیں
پیسے کے زور شور ہیں، پیسے کے ٹھاٹھ ہیں
پیسا نہ ہو تو پیسے کے پھر ساٹھ ساٹھ ہیں

پیسا ہی رنگ رُوپ ہے، پیسا ہی مال ہے
پیسا نہ ہو، تو آدمی چرخے کی مال ہے

(۳)
پیسہ نہ ہو تو ہاتھی بھی دمڑی کا دستا ہے
ہر وقت جس کے سامنے پیسا برستا ہے
پیسے سے اُونٹ لاکھ اشرفی کو ستا ہے
لاوے ہے اونٹ کو کوئی ہاتھی کو کستا ہے

پیسا ہی رنگ رُوپ ہے، پیسا ہی مال ہے
پیسا نہ ہو، تو آدمی چرخے کی مال ہے

(۴)
پیسا جو ہووے پاس تو کندن کے ہیں ڈلے
پیسے سے چُنّی لاکھ کی، اک لعل دے کے لے
پیسے بغیر مٹّی کے اُس سے ڈلے بھلے
پیسا نہ ہو تو کوڑی کو موتی کوئی نہ لے

پیسا ہی رنگ رُوپ ہے، پیسا ہی مال ہے
پیسا نہ ہو، تو آدمی چرخے کی مال ہے

(۵)
پیسے سے چہرے تاش کے طُرّے سُنہرے ہیں
ہر لحظہ ماہِ عید نُما شکل و چہرے ہیں
سیر و طرب کے عیش و مزے گھہرے گھہرے ہیں
ہر دم بسنت، ہولی، دوالی، و سہرے ہیں

پیسا ہی رنگ رُوپ ہے، پیسا ہی مال ہے
پیسا نہ ہو، تو آدمی چرخے کی مال ہے

(۶)
پیسا نہ ہو تو باغ و گلگشت پھر کہاں سے ہوں؟
کھانے کو پُوری اور پُوے پھر کہاں سے ہوں!

[1] وہ سیاہ بٹا ہوا دھاگا جو چرخے کو تکلے سے ملاتا ہے اور چرخے کی گردش کے ساتھ تکلے کو پھراتا ہے یہاں بے حقیقت شے سے مُراد ہے۔ [2] دِسنا، دکھائی دینا معلوم ہونا۔ شاعر نے معلوم ہوتا ہے اس لفظ کو یہاں بالفتح استعمال کیا ہے۔ یا ممکن ہے کہ دستہ فارسی لفظ ہو قبضے کا مترادف۔

عیش و طرب کے نگی دوئے پھر کہاں سے ہوں[1]
حلوا کچوری، مال پوئے پھر کہاں سے ہوں؟

پیسا ہی رنگ رُوپ ہے، پیسا ہی مال ہے
پیسا نہ ہو تو آدمی چرخے کی مال ہے

(۷)
پیسا جو ہو تو دیو کی گردن کو باندھ لائے
پیسا نہ ہو تو مکڑی کے جالے سے خوف کھائے
پیسے سے لالہ بھیّا جی اور چودھری کہائے
بن پیسے ساہوکار بھی اک چور سا دکھائے

پیسا ہی رنگ رُوپ ہے، پیسا ہی مال ہے
پیسا نہ ہو تو آدمی چرخے کی مال ہے

(۸)
چہرہ بھی لعل و زرب[1] کے درپن کے بیچ ہے
گر زرب ہے تو سیر بھی گلشن کے بیچ ہے
پوری بھگت[2] بھی پیسے کی سُمرن کے بیچ ہے
درشن بھی خوب روپ کا سب دھن کے بیچ ہے

پیسا ہی رنگ روپ ہے، پیسا ہی مال ہے
پیسا نہ ہو، تو آدمی چرخے کی مال ہے

(۹)
جوڑے چمن بہار ہیں پیسے کے واسطے
گہنے مرصع کار ہیں، پیسے کے واسطے
خوشبو کے پھول ہار ہیں، پیسے کے واسطے
سب نقش اور نگار ہیں، پیسے کے واسطے

پیسا ہی رنگ رُوپ ہے، پیسا ہی مال ہے
پیسا نہ ہو، تو آدمی چرخے کی مال ہے

(۱۰)
رونق بہار ہوتی ہے پیسے سے سب حصول
اور جو نہ ہووے چہرے پہ اُڑتی ہے خاک دھول
پیسا ہی ساری[3] چیز ہے پیسا ہی مردمول
پیسے سے آدمی ہے جہاں بیچ نا قبول

پیسا ہی رنگ رُوپ ہے، پیسا ہی مال ہے
پیسا نہ ہو تو آدمی چرخے کی مال ہے

[1] درب سونا چاندی۔ درپن آئینہ فارسی نے درب کے معنی کامیابی و دولت و فراغ بالی و خوش حالی بھی لکھے ہیں مگر غالباً یہ معنی اصطلاحی ہیں۔
[2] لغوی معنی بھگت رُہد و تقوی۔

(۱۱)
پیسے سے موتی چونی کا عزّ و وقار ہے
پیسے میں گر غمی ہو تو وہ بھی بہار ہے
پیسے سے اعتبار ہے اور افتخار ہے
پیسے بغیر شادی بھی ہووے تو خوار ہے
پیسا ہی رنگ رُوپ ہے، پیسا ہی مال ہے
پیسا نہ ہو تو آدمی چرخے کی مال ہے

(۱۲)
پیسا ہی جب دلاتا ہے انسان کے ہات کو
بھائی سگا بھی آن کے پُوچھے نہ بات کو
پیسا ہی زیب دیتا ہے بیاہ اور برات کو
بن پیسے یار، دولہا بنے آدھی رات کو
پیسا ہی رنگ رُوپ ہے، پیسا ہی مال ہے
پیسا نہ ہو، تو آدمی چرخے کی مال ہے

(۱۳)
پیسے نے جب مکاں میں بچھایا ہے اپنا جال
پیسے کے آگے کیا ہیں یہ محبوب خوش جمال
پھنستے ہیں اُس مکاں میں فرشتوں کے پر و بال
پیسا پری کو لائے پرستان سے نکال
پیسا ہی رنگ رُوپ ہے، پیسا ہی مال ہے
پیسا نہ ہو تو آدمی چرخے کی مال ہے

(۱۴)
تیغ اور سپر اُٹھاتے ہیں پیسے کی چاٹ پر
میدان میں زخم کھاتے ہیں پیسے کی چاٹ پر
تیر و سناں لگاتے ہیں پیسے کی چاٹ پر
یاں تک کہ سر کٹاتے ہیں پیسے کی چاٹ پر
پیسا ہی رنگ رُوپ ہے، پیسا ہی مال ہے
پیسا نہ ہو، تو آدمی چرخے کی مال ہے

(۱۵)
عالم میں خیر کرتے ہیں پیسے کے زور سے
دوزخ میں فیر کرتے ہیں پیسے کے زور سے
بُنیادِ دیر کرتے ہیں پیسے کے زور سے
جنّت کی سیر کرتے ہیں پیسے کے زور سے
پیسا ہی رنگ رُوپ ہے، پیسا ہی مال ہے
پیسا نہ ہو، تو آدمی چرخے کی مال ہے

(۱۶)
دُنیا میں دین دار کہاتا بھی نام ہے
پیسا جہاں کے بیچ وہ قائم مقام ہے

پیسا ہی جسم و جان ہے، پیسا ہی کام ہے　　پیسے ہی کا نظیرؔ یہ آدم غلام ہے

پیسا ہی رنگ رُوپ ہے، پیسا ہی مال ہے
پیسا نہ ہو، تو آدمی چرخے کی مال ہے

نظم نمبر ۱۱۹

روپے کی فلاسفی

(۱)
نقشا ہے عیاں سو طرب و رقص کی رُت کا　　ہے ربط بہم طبلہ و سارنگی و نے کا
جھنکار مجیروں کی ہے، اور شور ہے دف کا　　مینا کی جھلک، جام اُدھر چھلکے ہے مے کا

جھمکا نظر آتا ہے ہر اک عیش کی شے کا
دُنیا میں عجب رُوپ جھلکتا ہے روپے کا

(۲)
ہر آن جہاں رُوپ روپے کے ہیں جھلکتے　　کیا کیا زر و زیور کے ہیں واں رنگ دمکتے[1]
موتی بھی جھلکتے ہیں، جواہر بھی جھمکتے　　سب ٹھاٹھ اسی چلکی[2] سے دیکھیں ہیں یہ چلکتے[3]

جھمکا نظر آتا ہے ہر اک عیش کی شے کا
دُنیا میں عجب رُوپ جھلکتا ہے روپے کا

(۳) میلے تماشے جلسے۔
بن ٹھن کے ہر اک بزم میں آتے ہیں اسی سے　　میلوں میں، تماشوں میں بھی جاتے ہیں اسی سے
شیرینیاں، میوے بھی منگاتے ہیں اسی سے　　کھاتے ہیں، اور اوروں کو کھلاتے ہیں اسی سے

جھمکا نظر آتا ہے ہر اک عیش کی شے کا
دُنیا میں عجب رُوپ جھلکتا ہے روپے کا

(۴) پوشاک مکان باغ۔
پوشاک جھمک دار بناتے ہیں اسی سے　　حشمت کے چمن[4] کار بناتے ہیں اسی سے
محلات نمودار بناتے ہیں اسی سے　　باغات، چمن زار بناتے ہیں اسی سے

[1] رہی رونق۔ کیفیت [2] چلکی اشرفی۔ سونے چاندی کا سکہ۔ [3] چلکنا چمکنا جگمگانا [4] چمن کار وہ کپڑا جس میں اعلیٰ درجے کی صنعت کی گل کاری کی ہو کہ معلوم ہو چمن زار کھلا ہوا ہے۔

جھمکا نظر آتا ہے ہر اک عیش کی شے کا
دنیا میں عجب رُوپ جھلکتا ہے روپے کا

(۵) معشوق اور معشوق کے لوازمات

اسؔ رُوپ سے ہے حُسن فسوں کار مہیّا — اِس رُوپ سے فرحت کے ہیں آثار مہیّا
گجرے سے لگا طُرّۂ زر تار مہیّا — کیا موتیا ہے؟ موتیوں کے ہار مہیّا

جھمکا نظر آتا ہے ہر اک عیش کی شے کا
دُنیا میں عجب رُوپ جھلکتا ہے روپے کا

(۶) گرمی کے سامان

اس رُوپ سے گرمی کے بھی سامان عیاں ہیں — خس خانے ہیں چھڑکے ہوے اور عطر فشاں ہیں
دن کو بھی جدھر دیکھیے ٹھنڈک کے نشاں ہیں — اور شب کے بھی سونے کو ہوا دار مکاں ہیں

جھمکا نظر آتا ہے ہر اک عیش کی شے کا
دُنیا میں عجب رُوپ جھلکتا ہے روپے کا

(۷) بارش کے سامان

اس رُوپ سے بارش کی بھی چیزیں ہیں میسّر — رتھ چھتریاں، بارانیاں، اور موم کی چادر
باہر بھی وہ دیکھیں ہیں بہاروں کو نظر بھر — گھر میں بھی خُوشی بیٹھے ہیں سامان بنا کر

جھمکا نظر آتا ہے ہر اک عیش کی شے کا
دُنیا میں عجب رُوپ جھلکتا ہے روپے کا

(۸)

یہ رُوپ جہاں ہے کوئی واں دل نہیں میلا — اُجلے ہیں بچھے فرش، نہیں کچھ بھی کچیلا
دیکھو جدھر، اسباب ہے خُوشوقتی کا پھیلا — بھرتا ہے اسی تھیلی سے ہر جنس کا تھیلا

جھمکا نظر آتا ہے ہر اک عیش کی شے کا
دُنیا میں عجب رُوپ جھلکتا ہے روپے کا

(۹)

ظاہر میں تو اے دوستو! راحت ہے اِسی سے — ہر آن دل و جاں کو مسرّت ہے اسی سے
ہر بات کی خوبی و فراغت ہے اسی سے — عالم میں، نظیرؔ، عشرت و فرحت ہے اسی سے

لہ رُوپ چاندی روپے کو بھی کہتے ہیں اور یہاں وہی مُراد ہے۔

جھمکا نظر آتا ہی ہر اک عیش کی شی کا
دُنیا میں عجب رُوپ جھلکتا ہی روپی کا

نظم نمبر ۱۲
زر کی فلاسفی

(۱) زر کی ہر جگہ تلاش ہی

دُنیا میں کون ہی ؟ جو نہیں ہی فدائے زر
آنکھوں میں دل میں جان ہیں ، سینے میں جائے زر
جتنے ہیں سب کے دل میں بھری ہی ہوائے زر
ہم کو بھی کُچھ تلاش نہیں اب سوائے زر ؎۱

جو ہی سو ہو رہا ہی سدا مُبتلائے زر
ہر اک یہی پُکارے ہی دن رات ہائے زر

(۲) زر کے القاب

کتنے تو زر کو نقش طلسمات کہتے ہیں
کتنے خدا کی عین عنایات کہتے ہیں
اور کتنے زر کو کشف و کرامات کہتے ہیں
کتنے اسی کو قاضی حاجات کہتے ہیں ؎۲

جو ہی سو ہو رہا ہی سدا مُبتلائے زر
ہر اک یہی پُکارے ہی دن رات ہائے زر

(۳) پانی حقیقۃً کا پانی ہی

یہ پانی اب جو زیست کی سب کی نشانی ہی
یارو، ہماری جس کے سبب زندگانی ہی
زر کی جھمک کو دیکھئے اب یہ بھی پانی ہی
یہ پانی یہ نہیں ہی وہ سونے کا پانی ہی

جو ہی سو ہو رہا ہی سدا مُبتلائے زر
ہر اک یہی پُکارے ہی دن رات ہائے زر

(۴) آب طلا زر سے دین و دنیا قبضہ میں

آب طلا کی بُوند بھی اب جس کے ہات ہی
دُنیا میں عیش، دین بھی عشرت کے سات ہی
وہ بُوند کیا ہی ؟ چشمۂ آب حیات ہی
زر وہ ہی جس سے دونوں جہاں میں نجات ہی

جو ہی سو ہو رہا ہی سدا مُبتلائے زر
ہر اک یہی پُکارے ہی دن رات ہائے زر

؎۱ اس نظم کا ایک عنوان تلاش زر بھی ہو ؎۲ اشارہ ہی اس مشہور شعر کی طرف ؎ ای زر تو خدا نہ ولیکن بخدا ستار عیوب و قاضی الحاجاتی ـ

(۵) سونے کی سلائی سے آنکھوں میں نور آتا ہے۔

سُرمے کی جس کے پاس طلا کی سلائی ہے
ہے عرش، فرش سب اُسے دیتا دکھائی ہے
آنکھوں میں اُس کی آب، بڑی روشنائی ہے
خالق نے، دیکھ، نور کی پتلی بنائی ہے

جو ہے سو ہو رہا ہے سدا مبتلائے زر
ہر اک یہی پکارے ہے دن رات، ہائے زر!

(۶) زر ہر جگہ بہار دیتا ہے۔

زر کھان میں گڑا ہے، تو واں بھی بہار ہے
دیوار میں لگا ہے، تو واں بھی بہار ہے
شمشیر پر چڑھا ہے، تو واں بھی بہار ہے
گر خاک میں گرا ہے، تو واں بھی بہار ہے

(گڑا: دبا ہوا)

جو ہے سو ہو رہا ہے سدا مبتلائے زر
ہر اک یہی پکارے ہے دن رات، ہائے زر!

(۷) زر سے فولاد نرم ہو جاتا ہے۔

زر کے دیے سے پیر اور اُستاد نرم ہو
جو شوخ سنگ دل ہے پری زاد، نرم ہو
زر کے سبب سے دشمنِ بیداد نرم ہو
زر وہ ہے[۱] جس کو دیکھ کے فولاد نرم ہو

(بیداد: ناشاد)

جو ہے سو ہو رہا ہے سدا مبتلائے زر
ہر اک یہی پکارے ہے دن رات، ہائے زر!

(۸) زر کی دل کشی

کپڑے پہ گر لگا ہے طلائی کلابتون
ہو دست رس، تو چور اُچکّے کو کیا کہوں
ہیں اُس کے تار تار کی تعریف کیا کہوں؟
میرے ہی دل میں ہے کہ میں ہی اُس کو چھین لوں

(اُچکّے: کون)

جو ہے سو ہو رہا ہے سدا مبتلائے زر
ہر اک یہی پکارے ہے دن رات، ہائے زر!

(۹) اختیارِ سفر

جا لوگ روم شام میں زر کو کماتے ہیں
دکھن سے زر کے واسطے سب یاں کو آتے ہیں
ماچین، چین سے زر کے جہاز آتے جاتے ہیں
اور یاں سے زر کے واسطے دکھن کو جاتے ہیں

جو ہے سو ہو رہا ہے سدا مبتلائے زر
ہر اک یہی پکارے ہے دن رات، ہائے زر!

(۱۰) طلا و صنعتِ کتابت میں

سونے کی جدولیں جو کتابوں پہ عام ہیں
وہ جدولیں، وہ رنگ، وہ سونے کے کام ہیں

[۱] اشارہ ہے اس مشہور مثل کی طرف "زر بر سرِ فولاد نہی نرم شود"۔

جن کے ورق ورق بھی سنہرے تمام ہیں
سب میں زیادہ اُن کے ہی قیمت میں نام ہیں

جو ہی سو ہو رہا ہی سدا مُبتلاے زر
ہر اک یہی پکارے ہی دن رات ہاے زر!

(۱۱) زردار کے سب غلام ہیں۔

اب جن کے گھر میں ڈھیر ہیں سونے کے دام کے
سب مل کے پانوں چومتے ہیں اُن کے غلام کے
ہر ایک اُمیدوار ہیں اُن کے سلام کے
کیا رُتبے ہیں طِلاے علیہ السّلام کے!

غلام چومتین

جو ہی سو ہو رہا ہی سدا مُبتلاے زر
ہر اک یہی پکارے ہی دن رات ہاے زر!

(۱۲) [illegible]

کتنوں کے دل میں دُھن ہی کہ زر ہی کمایئے
کہتا ہی کوئی "ہاے! کہاں زر کو پایئے؟
کچھ کھایئے کھلایئے، اور کچھ بنایئے
کیا کیجے؟ زہر کھایئے اور مر ہی جایئے"

جو ہی سو ہو رہا ہی سدا مُبتلاے زر
ہر اک یہی پکارے ہی دن رات ہاے زر!

(۱۳)

سونا اگرچہ زرد ہی یا سُرخ فام ہی
سب میں زیادہ حُسن کی اُلفت کا دام ہی
لیکن تمام خلق کو اُس سے ہی کام ہی
زر وہ ہی جس کا حُسن بھی ادنیٰ غلام ہی

جو ہی سو ہو رہا ہی سدا مُبتلاے زر
ہر اک یہی پکارے ہی دن رات ہاے زر!

(۱۴) [illegible]

+ + + جو + + + پہنے ہی سونے کی بالیاں
یار اُس کے سب سمجھتے ہیں پھولوں کی ڈالیاں
کیا اُس کے مُنھ پہ حُسن کی چمکے ہیں لالیاں
سب اُس کو چھیڑ چھیڑ کے کھاتے ہیں گالیاں

جو ہی سو ہو رہا ہی سدا مُبتلاے زر
ہر اک یہی پکارے ہی دن رات ہاے زر!

(۱۵)

سر پانوں سے جو سونے کے گہنے کے ذیل ہی
یہ چاہ، یہ ملاپ تو زر کے طُفیل ہی
جو دیکھتا ہی اُس کے وہی دل کو میل ہی
نہ پوچھتے ہیں بھوت ہی وہ یا چڑیل ہی؟